﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ | جمعۃ المبارک ۱۷/ جنوری ۲۰۰۳ء | ۱۲/ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ ہجری قمری — ۱۷/ صلح ۱۳۸۲ ہجری شمسی | شمارہ ۳

اللہ رءوف ورحیم ہے

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہجرت مدینہ کے بعد ۱۶ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا۔ اس پر صحابہ کو خیال آیا کہ پہلی نمازیں ضائع تو نہیں ہو گئیں تو سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۴۴ نازل ہوئی جس میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان ضائع نہیں کرے گا کیونکہ وہ لوگوں پر بہت رءوف اور رحیم ہے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۱۴۴)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

حقیقی، ابدی اور لذّت مجسم کا جوجوڑا ہے وہ انسان اور خدائے تعالیٰ کا ہے۔

لوگ نمازوں میں غافل اور سست اسی لئے ہوتے ہیں کہ ان کو اس لذّت اور سرور سے اطلاع نہیں جو اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر رکھا ہے۔

''عورت اور مرد کا جوڑا تو باطل اور عارضی جوڑا ہے۔ میں کہتا ہوں حقیقی، ابدی اور لذّت مجسم کا جوجوڑا ہے وہ انسان اور خدائے تعالیٰ کا ہے۔ مجھے سخت اضطراب ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے کہ ایک دن اگر کسی کو روٹی یا کھانے کا مزانہ آئے، طبیب کے پاس جاتا اور کیسی کیسی منّتیں اور خوشامدیں کرتا اور روپیہ خرچ کرتا اور دکھ اُٹھاتا ہے کہ وہ مزاحاصل ہو۔ وہ نامرد جو اپنی بیوی سے لذّت حاصل نہیں کرسکتا بعض اوقات گھبرا گھبرا کر خودکشی کے ارادے تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اکثر موتیں اس قسم کی ہو جاتی ہیں۔ مگر آہ! وہ مریض دل، وہ نامرد کیوں کوشش نہیں کرتا جس کو عبادت میں لذّت نہیں آتی۔ اس کی جان کیوں غم سے نڈھال نہیں ہو جاتی؟ دنیا اور اس کی خوشیوں کے لئے تو کیا کچھ کرتا ہے مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا کس قدر بے نصیب ہے، کیسا ہی محروم ہے! عارضی اور فانی لذتوں کے علاج تلاش کرتا ہے اور پالیتا ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مستقل اور ابدی لذت کے علاج نہ ہوں؟ ہیں اور ضروری ہیں۔ مگر تلاش حق میں مستقل اور پویاقدم درکار ہیں۔

قرآن کریم میں ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے صالحین کی مثال عورتوں سے دی ہے۔ اس میں بھی سرّ اور بھید ہے۔ ایمان لانے والے کو آسیہ اور مریم سے مثال دی ہے۔ یعنی خدائے تعالیٰ مشرکین میں سے مومنوں کو پیدا کرتا ہے۔ بہر حال عورتوں سے مثال دینے میں دراصل ایک لطیف راز کا اظہار ہے۔ یعنی جس طرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے۔

اگر عورت اور مرد کی باہم موافقت ہو اور ایک دوسرے پر فریفتہ ہو تو وہ جوڑا ایک مبارک اور مفید ہوتا ہے ورنہ نظام خانگی بگڑ جاتا ہے اور مقصود بالذّات حاصل نہیں ہوتا ہے۔ مرد اور جگہ خراب ہو کر صدہا قسم کی بیماریاں لے آتے ہیں۔ آتشک سے مجذوم ہو کر دنیا میں ہی محروم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اولاد ہو بھی جائے تو کئی پُشت تک یہ سلسلہ چلا جاتا ہے اور اُدھر عورت بے حیائی کرتی پھرتی ہے اور عزت و آبرو کو ڈبو کر بھی سچی راحت حاصل نہیں کرسکتی۔ غرض اس جوڑے سے الگ ہو کر کس قدر بدنتائج اور فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر انسان روحانی جوڑے سے الگ ہو کر مجذوم اور مخذول ہو جاتا ہے دنیاوی جوڑے سے زیادہ رنج ومصائب کا نشانہ بنتا ہے۔ جیسا کہ عورت اور مرد کے جوڑے سے ایک قسم کی بقا کے لئے حظّ ہے اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کے جوڑے میں ایک ابدی خدا کے لئے حظ موجود ہے۔ صوفی کہتے ہیں کہ یہ حظ جس کو نصیب ہو جائے وہ دنیا اور مافیہا کے تمام حظوظ سے بڑھ کر ترجیح رکھتا ہے۔ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اس کو معلوم ہو جائے تو وہ اس میں ہی فنا ہو جائے۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اس راز کو نہیں سمجھا اور ان کی نمازیں نری ٹکریں ہیں اور اوپرے دل کے ساتھ ایک قسم کی قبض اور تنگی سے صرف نشست و برخاست کے طور پر ہوتی ہے۔

مجھے اور بھی افسوس ہوتا ہے کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ صرف اس لئے نمازیں پڑھتے ہیں کہ وہ دنیا میں معتبر اور قابل عزت سمجھے جائیں اور پھر اس نماز سے یہ بات اُن کو حاصل بھی ہو جاتی ہے یعنی وہ نمازی اور پرہیز گار کہلاتے ہیں۔ پھر کیوں ان کو یہ کھا جانے والا غم نہیں لگتا کہ جب جھوٹ موٹ اور بے دلی کی نماز سے ان کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے تو کیا مخلص بننے سے اُن کو عزت نہ ملے گی اور کیسی عزت ملے گی۔

غرض میں دیکھتا ہوں کہ لوگ نمازوں میں غافل اور سست اسی لئے ہوتے ہیں کہ اُن کو اس لذت اور سرور سے اطلاع نہیں جو اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر رکھا ہے اور بڑی بھاری وجہ کسل کی یہی ہے۔ پھر شہروں اور گاؤں میں تو اور بھی سستی اور غفلت ہوتی ہے۔ سو پچاسواں حصہ بھی تو پوری مستعدی اور سچی محبت سے اپنے مولا حقیقی کے حضور سر نہیں جھکاتے۔ پھر سوال یہی ہوتا ہے کہ کیوں اُن کو اس لذت کی اطلاع نہیں اور نہ کبھی اس مزے کو انہوں نے چکھا۔ اور مذاہب میں ایسے احکام نہیں ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں اور مؤذن اذان دے دیتا ہے۔ پھر وہ سننا بھی نہیں چاہتے گویا اُن کے دل دکھتے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی قابل رحم ہیں۔ بعض لوگ یہاں بھی ایسے ہیں کہ ان کی دو کانیں دیکھو تو مسجد کے نیچے ہیں مگر کبھی جا کر کھڑے بھی تو نہیں ہوتے''۔

(ملفوظات جلد نہم مطبوعہ لندن صفحہ ۵-۷)

سارے انبیاء کے کشوف مل کر بھی آنحضرت ﷺ کے کشوف کے برابر نہیں ہوتے

آپ کے بہت سے کشوف کا ارد گرد کے ماحول پر بھی پرتَو پڑا اور بہت سے لوگ ان کے گواہ بن گئے

احادیث نبویہ کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعض عظیم الشان کشوف کا تذکرہ

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۰/جنوری ۲۰۰۳ء)

(لندن ۱۰/جنوری): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے خدا تعالیٰ کی صفات حسنہ کے تعلق سے خطاب کا جو سلسلہ جاری ہے اسی کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے آج خصوصیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعض

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے واقف زندگی بزرگ اور عالم دین

محترم سید میر مسعود احمد صاحب انتقال فرما گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے ایک واقف زندگی بزرگ اور جماعت کے مبلغ محترم سید میر مسعود احمد صاحب ابن حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مورخہ ۲۳/دسمبر ۲۰۰۲ء بروز سوموار صبح اپنی رہائش گاہ واقع حلقہ مسجد مبارک ربوہ میں انتقال کر گئے۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔ آپ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے داماد اور محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کے بہنوئی تھے۔

اسی روز بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں احباب جماعت شامل ہوئے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ کی چھوٹی چار دیواری میں ہوئی۔ آپ کو حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ قبر تیار ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے دعا کروائی۔

ابتدائی حالات: محترم سید میر مسعود احمد صاحب مورخہ یکم ستمبر ۱۹۲۷ء کو ایک متبحّر عالم دین، خدا رسیدہ بزرگ اور حضرت مسیح موعودؑ کے برادر نسبتی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے ہاں قادیان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ احمدیہ قادیان میں پائی۔ مولوی فاضل پاس کیا اور پھر شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ دوران سروس ساتھ ساتھ آپ نے ایف اے، بی اے اور ایم اے اسلامیات بھی کیا۔ صرف اٹھارہ سال کی عمر میں ۱۹۴۵ء میں آپ نے نظام وصیت میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔

وقف اور تقرری: ۱۹۴۵ء میں جب آپ نے وصیت کی تو پیشہ میں واقف زندگی لکھا۔ وقف کا باقاعدہ فارم ۲۳/فروری ۱۹۵۲ء کو پُر کیا۔ آپ کو نظارت دعوت و تبلیغ میں لگایا گیا۔ اور پھر ۱۹۵۴ء میں آپ تحریک جدید آ گئے۔ جہاں آپ پہلے وکالت تجارت میں کام کرتے رہے اور پھر وکالت دیوان میں آپ کا تقرر ہوا۔ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۲ء تک آپ نائب وکیل الدیوان کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔

بیرون ملک خدمات: ۱۹۶۲ء میں آپ کا تقرر بطور مبلغ سلسلہ ڈنمارک کیا گیا جہاں آپ تین سال تک کام کرتے رہے۔ ۱۹۶۹ء میں آپ دوبارہ ڈنمارک تشریف لے گئے اور ۱۹۷۳ء میں واپس آئے۔ ۱۹۷۵ء میں آپ کی تقرری سوئٹزرلینڈ میں ہوئی جہاں آپ نے ایک سال ۴ ماہ تک کام کیا۔ پھر یہاں سے واپس ڈنمارک میں رہے۔ یوں آپ کو تقریباً پندرہ سال تک مختلف اوقات میں یورپ میں بطور مبلغ سلسلہ خدمات کی توفیق ملی۔

مرکز میں خدمات: ۱۹۶۶ء سے ۱۹۶۹ء تک آپ ربوہ میں نائب وکیل الدیوان، انچارج دفتر وکالت دیوان و سیکرٹری مجلس تحریک جدید اور پھر وکیل الدیوان مقرر ہوئے۔ اسی دوران آپ ممبر مجلس کارپرداز بھی بنے۔ آپ کو قائمقام وکیل اعلیٰ اور قائمقام وکیل التبشیر بھی رہنے کا موقع ملا۔ دسمبر ۱۹۸۲ء میں ڈنمارک سے واپسی پر آپ کا تقرر بطور وکیل صد سالہ جشن تشکر ہوا۔ اس عہدہ پر آپ ۱۹۹۲ء تک فائز رہے اور یکم اگست ۱۹۹۲ء سے آپ نگران متخصصین مقرر ہوئے اور آخر تک آپ اس عہدہ پر فائز تھے۔ آپ تادم آخر مجلس تحریک جدید کے ممبر بھی تھے۔

شادی و اولاد: آپ کی شادی حضرت مصلح موعودؓ کی نواسی محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ بنت حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مرحوم سے ہوئی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادوں سے نوازا۔ مکرم ڈاکٹر سید مشہود احمد صاحب واقف زندگی۔ (آپ اعلیٰ تعلیم کے لئے آج کل امریکہ تشریف لے گئے ہیں۔) مکرم سید میر محمود احمد صاحب واقف زندگی (نائب ناظر تعلیم ربوہ) مکرم سید خالد مقصود احمد صاحب۔ مکرم سید ناصر داؤد احمد صاحب۔

آپ کے شمائل: محترم سید میر مسعود احمد صاحب کا تعلق سلسلہ کے ممتاز علمی، روحانی اور خدمت کرنے والے گھرانے سے ہے۔ آپ کے دادا حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، والد حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ ہیں۔ بھائیوں میں محترم سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ اور مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ شامل ہیں۔ آپ خدا کے فضل سے غیر معمولی ذہین اور وسیع مطالعہ رکھنے والے، مسائل پر سیر حاصل بحث اور گفتگو کا ملکہ رکھنے والے وجود تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ سے بھی نوازا تھا اور اس وجہ سے اور اپنی ذاتی دلچسپی سے علم الانساب کے ماہر تھے۔ سلسلہ کے پرانے خاندانوں اور صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں معلومات کا خزانہ تھے۔ آخری چند سالوں میں آپ کو خلافت لائبریری میں بیٹھ کر علمی و تحقیقی کام کرنے کی توفیق ملی۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ اور بعض دیگر صحابہ کے بارہ میں ٹھوس تحریرات آپ کی یادگار ہیں۔ آپ نے یہ مضامین تیار کر کے حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں بھجوائے اور حضور کی شفقت سے الفضل انٹرنیشنل کو ان کی اشاعت کی سعادت ملی۔

ادارہ الفضل حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ اور مرحوم کے جملہ لواحقین سے اس صدمہ کے موقع پر اظہار تعزیت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آپ جیسے اہل علم بزرگ جماعت کو عطا کرتا چلا جائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل بخشے اور آپ کی نیک یادوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

****** ◎ ******

جو بلند بامِ حروف سے، جو پرے ہے دشتِ خیال سے
وہ کبھی کبھی مجھے جھانکتا ہے غزل کے شہر جمال سے

میں کروں جو سجدہ تو کس طرف کہ مرا وہ قبلۂ دید تو
کبھی شرق و غرب سے جلوہ گر ہے، کبھی جنوب و شمال سے

ابھی رات باقی ہے قصّہ خواں، وہی قصہ پھر سے بیان کر
جو رقم ہوا تھا کرن کرن، کسی چاند رخ کے وصال سے

میں جہاں بھی تھا ترے حسن کے کسی زاویے کا اسیر تھا
میں تو ایک پل بھی نکل سکا نہ کبھی محیطِ جمال سے

کبھی خود کو تجھ میں سمو کے میں لکھوں چاہتوں کے مکالمے
کبھی نام اپنا نکال لوں ترے نام کی کسی فال سے

جو ترے خیال کو جاوداں، جو مرے سخن کو اَمر کرے
وہی ایک لمحہ تراش لوں ترے ہجر کے مہ و سال سے

مری عمر ساری گزر گئی ہے رشیدؔ جس کے طواف میں
بھرے شہر میں وہی ایک شخص ہے بے خبر مرے حال سے

(رشید قیصرانی)

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ نمبر ۱

کشوف کا ذکر فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے جو جائزہ لیا ہے سارے انبیاء کے کشوف مل کر بھی آنحضرتؐ کے کشوف کے برابر نہیں ہوتے۔ بہت کثرت سے آپ کو کشوف عطا ہوئے اور پھر خصوصیت سے یہ کہ بہت سے کشوف اس طرح دکھائے گئے ہیں کہ ارد گرد کے ماحول میں دوسرے لوگوں نے بھی کشوف دیکھے۔

حضور نے بتایا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ وہ کونسی چیز ہے جو آپ نے نبوت کے شروع میں دیکھی۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم نے بہت بڑا سوال کیا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شقّ صدر والے کشف کا تفصیل سے ذکر فرمایا جو آنحضرتؐ کو اس وقت عطا ہوا جب آپ کی عمر دس سال کے لگ بھگ تھی۔ حضور ایدہ اللہ نے بعض اور روایات بھی اس تعلق میں بیان فرمائیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کے کشوف کا ماحول پر بھی ایک پرتَو پڑا اور بہت سے لوگ اس کے گواہ بن گئے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے احادیث کے حوالہ سے وحی نبوت کے آغاز کے وقت غار حرا کے پاس جبریل علیہ السلام کو دیکھنے اور سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات کے نزول کے وقت جبریلؑ کو دیکھنے اور اسی طرح حضرت جبریلؑ کی امامت میں پانچ نمازوں کے پڑھنے کے کشوف کا بھی ذکر فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ کشف میں اصل صورت نظر نہیں آیا کرتی بلکہ اس کا ایک منظر نظر آتا ہے۔ مگر بعض کشوف میں اصل صورت بھی نظر آجایا کرتی ہے۔ حضور نے بتایا کہ جبریلؑ خود نازل نہیں ہوتا بلکہ اس کا ایک تمثیلی وجود نظر آتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد اور غزوۂ خندق کے مختلف حالات کے دوران عطا ہونے والے بعض کشوف کا بھی ذکر فرمایا۔ بعض کشوف من و عن اسی طرح پورے ہوئے مثلاً حضور اکرمؐ نے ایک غزوہ سے ایک روز قبل بتایا کہ فلاں مشرک فلاں جگہ قتل ہو کر گرے گا اور فلاں فلاں جگہ اور بالکل اسی طرح ہوا۔ حضور اکرمؐ نے مدینہ سے ایک سیاہ رنگ کی عورت کے نکل کر جحفہ جانے کا کشف دیکھا اور اس کی تعبیر فرمائی کہ مدینہ سے بیماری نکل کر جحفہ چلی جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ واقعہ معراج بھی ایک عظیم الشان کشف تھا۔ حضور نے غزوۂ موتہ کے دوران آنحضرتؐ کو عطا کئے جانے والے کشف کا بھی ذکر فرمایا جس میں حضور اکرمؐ کو میدان جنگ کی ساری کیفیت دکھائی گئی اور آپؐ نے اسی وقت اسے صحابہ کے سامنے بیان فرمایا۔ یہ بھی ایک عظیم الشان کشف تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کشفاً سارے حالات دکھا دیئے۔

سو سال پہلے

جس کی صدیاں تھیں متلاشی   گلی گلی کا وہ منظر تھا

حضرت مسیح موعودؑ کا سفر جہلم

الہام "اُرِیْکَ بَرَکَاتٍ مِّنْ کُلِّ طَرَفٍ" کا روح پرور نظارہ

(غلام مصباح بلوچ۔ ربوہ)

جنوری ۱۹۰۳ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ یہ مقدمہ مولوی کرم دین سکنہ بھیں نے دائر کرایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقدمہ سے ایک سال قبل آپ کو متعدد بار یہ رؤیا دکھائی تھی کہ ایک شخص لئیم آپ کی عزت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ لیکن وہ اپنی اس خواہش میں ناکام و نامراد رہے گا۔ اُن دنوں آپ ایک عربی کتاب "مواہب الرحمان" تصنیف فرمارہے تھے۔ سفر جہلم پر تشریف لے جانے سے قبل آپ نے چاہا کہ اس میں بطور پیشگوئی یہ رؤیا بھی درج کردی جائے اور پھر اس کی اشاعت بھی جہلم سے پہلے ہی ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے یہ رؤیا مواہب الرحمان میں شائع فرمادی۔

مقدمہ کی تاریخ ۱۷/ جنوری ۱۹۰۳ء تھی۔ چنانچہ حضور علیہ السلام ۱۵/ جنوری کو ہی قادیان سے روانہ ہوئے۔ ظہر وعصر کی نمازیں جمع کی گئیں اور تین بجے کے قریب حضور اپنے اصحاب کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ نصف میل تک خدام کے ساتھ پاپیادہ چلتے رہے مگر جب دیکھا کہ کثرت مخلوقات کی وجہ سے گرد وغبار بہت اڑتا ہے تو پھر خود بھی رَتھ پر سوار ہوئے۔ باقی ہمراہیان سفر اکثر تو موجود یکّوں پر بیٹھے اور چند ایک اصحاب نے پیدل رتھ کے ساتھ سفر کرنا چاہا تا کوئی خدمت کا موقع ملے۔ بٹالہ کے قریب انار کلی کے مقام پر جہاں عیسائی مشنریوں کا مدرسہ وغیرہ تھا، ایک خادم نبی بخش صاحب جو وہاں ملازم تھے، نے حضور اور سب اصحاب کی چائے اور کیک بسکٹ کے ساتھ تواضع کی۔ یہ خدمت حضور کو بہت پسند آئی کیونکہ راستہ کی گرد و غبار سے حلق میں خراش تھی۔ شام ۶ بجے کے قریب بٹالہ پہنچے اور ریلوے سٹیشن پر فروکش ہوئے جہاں مغرب وعشاء کی نمازیں جمع تاخیر اور قصر کرکے پڑھی گئیں اور حضور علیہ السلام نے مع احباب کھانا تناول فرمایا۔ ۸ بجے کے قریب ٹرین آئی اور حضور سیکنڈ کلاس میں سوار ہو کر بٹالہ سے روانہ ہوئے۔ جب ٹرین امرتسر پہنچی تو اس وقت حضور آرام فرمارہے تھے۔ سٹیشن پر دیدار کے لئے مضطرب احمدی احباب کے علاوہ دیگر عقیدتمند بھی آئے ہوئے تھے جو لپک کر گاڑی کی طرف جاتے تھے۔ اس سے حضور علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی اور اٹھ کر سب سے ملاقات کی۔ امرتسر سٹیشن کا سٹاف بھی زیارت کے لئے آیا ہوا تھا۔ رات ۱۱ بجے کے بعد گاڑی لاہور سٹیشن پر پہنچی، سخت سردی تھی۔ تاہم دوسو سے زیادہ آدمی جس میں کثیر حصہ احمدی جماعت کا تھا استقبال اور حصول دیدار کے واسطے پلیٹ فارم پر موجود تھا اور آدمی پروانہ وار گر رہا تھا۔ اس لئے جماعت لاہور نے شب باشی کا انتظام ریلوے سٹیشن کے قریب دہلی دروازہ سے باہر حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کے ایک نئے مکان میں کیا تھا۔

۱۶/ جنوری ۱۹۰۳ء کی فجر کی نماز اسی مکان میں ادا کی۔ تھوڑی دیر قیام کے بعد پاپیادہ سٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہی کے استفسار پر فرمایا کہ رات کو کثرت سے بار بار یہ الہام ہوا ہے۔ اُرِیْکَ بَرَکَاتٍ مِّنْ کُلِّ طَرَفٍ یعنی میں ہر ایک جانب سے تجھے اپنی برکتیں دکھاؤں گا۔

آدھی رات کا وقت تھا اور سخت سردی مگر تاہم کوئی دوسو سے زیادہ آدمی جس میں کثیر حصہ جماعت لاہور کا تھا استقبال اور حصول دیدار کے واسطے پلیٹ فارم پر موجود تھا اور آدمی پر آدمی پروانہ وار گر رہا تھا کہ رخ انور کی ایک جھلک کسی طرح نظر آجاوے۔

سٹیشن پر پہنچے تو گاڑی آنے میں کچھ دیر تھی۔ چنانچہ حضور علیہ السلام پلیٹ فارم پر ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں عام چرچا ہو گیا کہ میرزا صاحب قادیانی آئے ہوئے ہیں اس لئے لوگ زیارت کے واسطے آنا شروع ہو گئے۔ سٹیشن پر بعض فوجی بھی بحالت مسافر ٹھہرے ہوئے تھے وہ بھی مشتاقِ دیدار حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے ان سب کو ایک ایک نسخہ کتاب "مواہب الرحمان" کا دے دیا۔ اتنے میں ٹرین آگئی اور حضور اقدس گاڑی میں سوار ہوئے لیکن کیا آپ کا گاڑی میں بیٹھ جانا اس امر کا مانع تھا کہ ہجوم نہ ہو۔ ہرگز نہیں، بلکہ جب تک ٹرین کھڑی رہی لوگ پروانہ وار اُڑ اُڑ کر آتے رہے اور دیدار سے مشرف ہوتے رہے۔ ان میں سے بہت سے انگریز مرد اور لیڈیاں بھی تھیں۔ لاہور میں مختصر قیام کے دوران ۴۰ سے زیادہ افراد نے بیعت کی۔

لاہور سے چل کر جہلم تک کا نظارہ قابل دید تھا۔ ہر ایک سٹیشن پر ایک میلہ لگا ہوا تھا اردگرد کے مختلف دیہات سے خلقت اُمڈ آئی تھی۔ بعض سٹیشن پر یہ حالت تھی کہ ابھی گاڑی سٹیشن پر نہیں پہنچی اور دور سے لوگ دیوانہ وار سٹیشن کی طرف دوڑتے نظر آتے تھے کہ خدا کے برگزیدہ کے رُخِ انور کو دیکھنے سے محروم نہ رہ جائیں۔ ایک صف باقاعدہ فوج کی طرح بندھی ہوئی نظر آتی تھی۔ گوجرانولہ، وزیر آباد، لالہ موسیٰ، گجرات، کھاریاں سٹیشنوں سے برابر حضرت اقدس کے خدام آپ کے ساتھ رفقائے سفر میں شریک ہوتے رہے۔

دوپہر ۲ بجے کے قریب گاڑی جہلم پہنچی ریزرو سیکنڈ کلاس کاٹ کر الگ کردی گئی۔ ہجوم کی کثرت دیدار کے لئے موجود تھی۔ تحصیلدار جہلم حفظ امن کے انتظام پر متعین تھے۔ شائقین کی تڑپ دیکھ کر حضرت اقدس سے درخواست کی گئی کہ ایک دو منٹ کے واسطے گاڑی کے دروازے میں کھڑے ہو کر اپنا منور چہرہ دکھا کر ان مضطرب دلوں کو سیری بخشیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس سٹیشن سے باہر آئے۔ جماعت کی طرف سے ایک گاڑی کا انتظام تھا جس میں سوار ہو کر آپ مجوزہ فرودگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ ایک انبوہ کثیر جس کا شمار اور اندازہ حد سے باہر تھا گاڑی کے اردگرد آگے پیچھے چل رہا تھا اور جہاں تک آگے اور پیچھے نظر جاتی تھی آدمیوں کی ٹوپیاں اور پگڑیاں ہی نظر آتی تھیں اس لئے گاڑی بان کو حکم تھا کہ بہت آہستہ آہستہ آدمیوں کے قدم بقدم چلے۔ گاڑی کے دہنے بائیں عمارات جہلم کی تھیں ان کے کوٹھوں پر انگریز عورتیں، لڑکے، لڑکیاں اور جہلم کی مستورات اور بچے کھڑے ہوئے تھے اور جو درخت تھے ان پر بھی لڑکے اور آدمی چڑھے ہوئے تھے، گرد وغبار کا یہ عالم تھا کہ دس قدم کے فاصلہ پر دوسرا آدمی نظر نہ آتا تھا۔

دوپہر ۳ بجے کے قریب گاڑی فرودگاہ پر پہنچی۔ جہلم کی جماعت نے ایک ہزار سے زائد مہمانوں کے لئے قیام وطعام کا عمدہ انتظام کر رکھا تھا۔ اس دوران بھی بہت سی مخلوق زیارت کی شائق بنگلہ کے اردگرد جمع تھی تحصیلدار صاحب نے پھر درخواست کی کہ حضور ان لوگوں کی خاطر ایک دفعہ بنگلہ کی چھت پر چڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے ان کو زیارت کرادیں تاکہ شوق پورا ہو۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے منظور فرمایا اور تھوڑی دیر چھت کے اوپر کرسی پر بیٹھے رہے اور نیچے لوگ زیارت کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ نیچے تشریف لے گئے جہاں آپ کے آرام کا انتظام تھا۔ لیکن آپ نے کوئی خاص تخلیہ نہ کیا۔ دیگر احباب بھی مجلس میں شامل تھے۔ آپ نے ایک دو سوالوں کے جواب میں تقریر فرمائی اور مختلف ذکر اذکار ہوتے رہے یہانتک کہ مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ چنانچہ مغرب وعشاء کی نمازیں قصر وجمع کرکے ادا کی گئیں جو حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہیؓ نے پڑھائیں۔ بعد ادائے نماز لوگوں نے بیعت کی درخواست کی اور سلسلۂ بیعت شروع ہوا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام آرام کے لئے تشریف لے گئے۔

اگلے روز ۱۷/ جنوری کو فجر کی نماز بنگلہ کے اندر باجماعت ادا کی گئی جو حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے پڑھائی۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے وعظ کیا۔ ۹ بجے کے قریب کھانا تناول فرمایا گیا اور ۱۰ بجے کے بعد حضور علیہ السلام کچہری کی طرف تشریف لے گئے۔ زائرین کا انبوہِ عظیم پھر آپ کی گاڑی کے ساتھ ساتھ تھا۔ کورٹ پہنچ کر حضرت اقدس نے باہر میدان میں ایک کرسی پر آرام کیا اور خدام اردگرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ حضرت صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف صاحبؓ (شہید) اور حضرت محمد عجب خان صاحبؓ کے ایک دو سوالوں پر آپ نے تقریریں کیں۔ یہ نظارہ بھی قابل دید تھا۔ جس شخص نے ایک ملزمانہ حیثیت میں ابھی کورٹ میں پیش ہونا ہے کیا اس کو دینی نصائح لوگوں کو باہر سنانے سوجھ سکتے ہیں۔ مگر یہ خدا کا برگزیدہ اپنی اسی آن بان میں خدا کے پاک کلمات اس الٰہی مکتب کے طالب علموں کو سناتا رہا۔ اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ مقدمہ دو بجے پیش ہونا ہے۔ چنانچہ آپ مشتاقِ زیارت ہجوم کو ساتھ ساتھ لئے واپس تشریف لے آئے۔ آپ کے نکلنے کے بعد کورٹ بالکل سنسان ہو گیا۔ نماز ظہر وعصر جمع کرنے کے بعد آپ پھر کورٹ تشریف لے گئے۔ کورٹ کے میدان میں جب آپ کی گاڑی رکی تو کثرت ہجوم کی وجہ سے مصلحت وقت یہی سمجھا گیا کہ حضور گاڑی میں تشریف رکھیں۔ آدمی پر آدمی گرتا تھا اور پولیس ڈنڈے مار مار کر پیچھے ہٹاتی تھی۔ خدا جانے وہ کیا کشش تھی جو باوجود اس مار کے پھر ان کو کھینچ کھینچ کر آگے لاتی تھی۔ ۲ بجے کے قریب حضرت اقدس کورٹ میں داخل ہوئے۔ حضور علیہ السلام کو کرسی دی گئی آپ اس پر بیٹھے اور مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ شام ۵ بجے تک یہ کارروائی چلتی رہی۔ عدالت نے مورخہ ۱۹/ جنوری ۱۹۰۳ء روز دوشنبہ فیصلہ کا دن مقرر کیا اور کہا کہ فریقین کو ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ اپنے اپنے مقامات پر چلے جاویں۔ ۱۹/ جنوری کو وکلاء کو فیصلہ سنادیا جاوے گا۔ حضرت اقدس معہ دیگر احباب بنگلہ پر تشریف لے آئے۔ خلقت کا ہجوم اسی طرح ہمراہ تھا۔ اسی وقت عام طور پر فہیم آدمیوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ کرم دین کے حق میں پانسہ الٹا پڑا ہوا نظر آتا ہے۔ مکان پر پہنچ کر مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کی گئیں۔ بعد از نماز حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی گئی کہ بہت سی مستورات بیعت کرنا چاہتی ہیں۔ چنانچہ ایک کمرہ خالی کرایا گیا۔ آپ نے

مستورات سے بیعت لی بیعت کنند گان کی تعداد اس موقع پر ۱۷۳ کے قریب تھی، بیعت کے بعد آپ نے مختصر سا وعظ بھی فرمایا۔ جہلم کے چند رؤساء آپ سے ملاقات کے لئے آئے تھے آپ نے ان سے ملاقات فرمائی۔

جہلم میں یہ آخری شب تھی اور صبح کو حضرت اقدسؑ نے روانہ ہونا تھا مگر اس رات بھی بہت سے احباب مختلف جگہوں سے آئے ہوئے تھے۔ ۱۸/ جنوری کو فجر کی نماز کے بعد پھر عرض کی گئی کہ حضورؑ لوگ بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا۔ بیعت کرنے والوں کی اتنی کثرت تھی کہ دس بجے تک لوگ بیعت کرتے رہے۔ پھر درخواست ہوئی کہ حضور عورتیں کمرہ میں جمع ہیں اور بیعت کرنا چاہتی ہیں۔ آپ نے تشریف لے جا کر بیعت لی اور پھر آ کر مردوں کی بیعت کا سلسلہ جاری کیا۔ اس سلسلے میں اکثر احباب نے کچھ شکوک و شبہات دور کرائے۔ ایک دو اصحاب نے عمدہ نظمیں سنائیں۔ اس کے بعد کھانا تناول کیا گیا۔ ٹرین کا وقت آ رہا تھا۔ حضرت اقدس روانگی کی تیاری میں تھے کہ پھر درخواست ہوئی حضورؑ کچھ مستورات بیعت کرنا چاہتی ہیں۔ آپ نے ان کی بیعت لی۔ دس بجے کے بعد آپ بنگلہ سے روانہ ہوئے۔ گیارہ بجے کے قریب سٹیشن پر پہنچ کر آپ گاڑی میں سوار ہوئے۔ لوگ اسی طرح ایک دوسرے پر گرتے پڑتے تھے کہ آپ کا چہرہ مبارک دیکھیں۔ اتنے میں گاڑی روانہ ہوئی ہر ایک سٹیشن پر جس جس جگہ یہ علم ہو گیا تھا کہ آپ گاڑی میں آ رہے ہیں ایک ہجوم ناظرین کا موجود تھا۔ عصر کے بعد لاہور پہنچے، احمدی جماعت استقبال کے لئے موجود تھی۔ لاہور میں آپ پھر حضرت میاں چراغ دین صاحب کے اس مکان پر تشریف فرما ہوئے جہاں روانگی کے وقت آپ ٹھہرے تھے۔ بہت سے مہمان ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ کچھ افغان بھی آئے تھے۔ آپ نے ایک تقریر فارسی میں اپنے اغراض و مقاصد کی ارشاد فرمائی، اس موقع پر بھی بہت سے احباب نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ نمازیں جمع کر کے پڑھی گئیں۔ نماز کے بعد باوجود طبیعت علیل ہونے کے آپ اپنے جانثار احباب سے گفتگو کرتے رہے اس کے بعد آرام کیا۔ صبح فجر کی نماز پڑھنے کے بعد قادیان کے لئے روانہ ہوئے اور بخیر وعافیت قادیان دارالامان پہنچے۔

اس موقع پر بڑی بے انصافی ہو گی کہ اگر اس بات کا ذکر نہ کریں کہ احمدیہ جماعت جہلم نے اپنے آقا اور امام اور آپ کے رفقاء سفر کی کس طرح سے تعظیم و تکریم کی اور حقِ خدمت ادا کیا۔ دراصل یہ مقدمہ کیا تھا یہ تو جہلم کی خوش بختی تھی کہ اس بہانے سے حضرت احمد مرسل یزدانی ان کے مہمان ہوئے۔ باوجودیکہ بعض دفعہ ایک ہزار کے قریب بھی مہمان دستر خوان پر آئے مگر جہلم کی جماعت نے بڑی فراخدلی کے ساتھ ان کی مہمان نوازی کی۔ جہلم کی جماعت کے ممبر مثل فرشتوں کے اپنی اپنی خدمات پر مامور تھے۔ اور ہم نے نہیں دیکھا کہ ۱۶/ جنوری کی ظہر سے لے کر ۱۷/ جنوری کی شام تک کسی کی آنکھ لگی ہو۔ اس سعادت کے حاصل کرنے میں ان لوگوں نے ایک عجیب نمونہ انصاریت کا دکھایا۔

اے جہلم کی احمدی جماعت تجھے ہماری طرف سے مبارک ہو۔ زہے ترے نصیب کہ تجھے یہ مبارک وقت ہاتھ آیا کہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور پیارا احمد مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تیرا مہمان ہوا......۔

(ملخص از البدر ۲۳تا ۳۰/جنوری صفحہ ۱۰۔۱۳ و ۶/فروری ۱۹۰۳ءصفحہ ۲۰۔۲۱)

☆☆......☆......☆☆

روایات صحابہ

حضرت میاں چراغ دین صاحب لاہوری رضی اللہ عنہ:

''ایک دفعہ حضورؑ نے جہلم جانا تھا راستہ میں...... لاہور بھی ٹھہرنا تھا...... بڑے بڑے لوگ اپنی کوٹھیوں، مکانوں پر تیاریاں کئے ہوئے تھے کہ حضورؑ کو وہاں لے جائیں۔ مگر جب حضرت اُترے میں نے عرض کیا میرے دو مکان ہیں ایک شہر میں ہے ایک یہاں قریب ہی ہے۔ اگر حضورؑ مناسب خیال فرماویں تو میرے اسی قریب کے مکان میں اُتر پڑیں اور یہ خالی ہے۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ چنانچہ حضورؑ اس عاجز کے مکان پر ہی اترے اور لوگوں کو جواب دے دیا اور وہاں قیام فرمایا...... میں نے موقع پا کر عرض کیا کہ حضرت دعا فرماویں اور یہ مکان مبارک ہو جائے...... آپ نے فرمایا میں تو اس مکان کو بڑا بابرکت دیکھتا ہوں۔ کیونکہ میں نے اس میں نمازیں پڑھیں اور اتنی جماعت نے نمازیں پڑھی ہیں۔ میں تو یہاں نمازیں اور جماعتیں ہوتی دیکھتا ہوں۔ خدا کا لاکھ شکر ہے آج (یہ ۱۹۱۵ء کے زمانہ کی بات ہے) احمدی جماعت لاہور کے چار سو یا پانچ سو افراد اسی مکان میں نماز اکثر پڑھتے ہیں اور جمعہ بھی اسی مکان میں ہوتا ہے۔

(سیرت احمدؑ از حضرت قدرت اللہ سنوری صاحبؓ صفحہ ۱۷،۱۸۔ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ دسمبر ۱۹۶۲ء)

☆☆......☆......☆☆

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب رضی اللہ عنہ المعروف مغل لاہور

(آپ حضرت میاں چراغ دین صاحب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے)۔ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب جہلم تشریف لے گئے تو راستہ میں لاہور بھی ٹھہرے تھے۔ مجھے یاد ہے۔ اُرِیْکَ بَرَکَاتٍ مِّنْ کُلِّ اَطْرَافٍ کا الہام ہمارے ہی مکان میں ہوا تھا اور اسی لئے ہم نے اپنے مکان کا نام ''مبارک منزل'' رکھ دیا تھا۔ راستہ کے سٹیشنوں پر اس قدر ہجوم تھا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ دیہاتی لوگ کہتے تھے کہ وہ میرزا گیا، وہ میرزا گیا۔ جہلم میں لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ وہ اس وقت درختوں تک پر بیٹھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ جہلم میں ہم نے حضور علیہ السلام کی کتاب مواہب الرحمان تقسیم کی تھی''۔

(الفضل ۲۳/دسمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۳، کالم ۴)

☆☆......☆......☆☆

حضرت میاں عبدالرحیم صاحب رضی اللہ عنہ باورچی۔ قادیان۔

''ایک دفعہ جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مولوی کرم دین صاحب ساکن بھیں کے مقدمہ میں جہلم تشریف لے گئے تو حضور معہ ہمراہیاں قادیان سے چل کر لاہور میں میاں چراغ الدین رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے۔ وہاں اور بھی بہت سے لوگ تھے اور یہ خاکسار بھی تھا۔ حضور بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور میں سامنے کھڑا تھا۔ رات کا وقت تھا حضور علیہ السلام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا ''میاں عبدالرحیم تم نے کبھی پہلے لاہور دیکھا ہے''۔ میں نے عرض کیا کہ اس سے پہلے میں نے نہیں دیکھا۔ فرمایا کہ ''لوگ کہتے ہیں کہ جس نے لاہور نہیں دیکھا وہ جمیاں ہی نہیں'' (یعنی پیدا ہی نہیں ہوا)۔ میں نے عرض کیا حضورؑ کی مہربانی سے میں نے لاہور دیکھ لیا۔

رات لاہور گزار کر دوسرے دن صبح حضور علیہ الصلوۃ والسلام ناشتہ کر کے مع ہمراہیاں عازم جہلم ہوئے۔ گوجرانوالہ کے سٹیشن پر کھانا آیا۔ وہاں ایک گھنٹہ گاڑی ٹھہری۔ وہاں سے روانہ ہو کر وزیر آباد پہنچے تو وہاں بھی کھانا آیا تھا۔ جب وزیر آباد سے چل پڑے تو میں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہر سٹیشن پر لوگ کھانا لاتے ہیں اس قدر کھانے کو کیا کریں گے۔ فرمایا اگر کھانا نہ لوگے تو لانے والوں کی دلشکنی ہو گی۔ کھانا لے لیا کرو۔ خواہ ایک دو آدمیوں کا ہی سہی۔ اسی طرح میں اگلے سٹیشنوں پر کرتا رہا۔ دن کے دو بجے کے قریب ہم جہلم پہنچ گئے۔ سٹیشن سے لے کر قیامگاہ تک اس قدر لوگ تھے کہ شمار میں نہ آسکتے تھے۔ کوٹھی پر پہنچتے ہی حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ سامان حفاظت سے رکھنا لوگ بہت ہیں۔ پھر دوسرے دن حضور کچہری سے فارغ ہو کر سیدھے لاہور اور وہاں ٹھہر کر قادیان تشریف لے آئے''۔ (الفضل ۸/ستمبر ۱۹۴۲ء صفحہ۳)

☆☆......☆......☆☆

حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب جہلمی رضی اللہ عنہ:

''......ایک انبوہ کثیر اس وقت حضورؑ کے ساتھ تھا اور جہاں تک نگاہ جاتی تھی ہر طرف آدمی ہی آدمی دکھائی دیتے تھے۔ اس قدر مخلوق تھی کہ اژدہام اور بھیڑ میں حضورؑ کی گاڑی بڑی مشکل سے آہستہ آہستہ چلتی تھی۔ حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کی خوشیوں کا اس دن کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ آپ اس دن ضعیف العمری کے باوجود کمر کے ساتھ چادر باندھے گاڑی کے آگے یہ کہتے جا رہے تھے کہ ''پیلی (چیونٹی) کے گھر نارائن (یعنی بروز خدا) آیا ہے''۔

(سوانح حیات حضرت مولوی برہان الدین جہلمی صاحبؓ (غیر مطبوعہ صفحہ ۲۹۔از حضرت مولوی عبد المغنی صاحب جہلمی بحوالہ تاریخ احمدیت جلددوم صفحہ ۲۶۵، جدید ایڈیشن)

☆☆......☆......☆☆

حضرت مولوی عبدالواحد خان صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ

(آپ کے نام کے ساتھ میرٹھی بھی لکھا جاتا ہے):

''بمقدمہ کرم دین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جہلم جانے کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ چنانچہ حافظ عبدالعزیز صاحبؓ مرحوم، مستری نظام الدین صاحبؓ مرحوم مالک سپورٹس ورکس سیالکوٹ اور خاکسار تینوں سیالکوٹ سے روانہ ہوئے تا کہ وزیر آباد پہنچ کر اس ٹرین میں سوار ہو سکیں جس میں حضورؑ تشریف لے جا رہے تھے۔ وزیر آباد سٹیشن پر جب ہم گاڑی سے اُترے تو وہاں عجیب نظارہ تھا۔ حضورؑ والی ٹرین ہمارے سامنے دوسرے پلیٹ فارم پر کھڑی تھی۔ لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ ٹرین کے ڈبے کھچ کھچ بھرے ہوئے تھے یہ دیکھ کر ہمیں مایوسی ہوئی کہ شائد اس میں ہم لوگ سوار نہ ہو سکیں۔ اس کثرت سے لوگ حضور کی زیارت کے لئے چلے آ رہے تھے کہ ایک نہ ختم ہونے والا تانتا بندھا ہوا تھا۔ پلیٹ فارم ٹکٹ، پلیٹ فارم ٹکٹ کا شور مچ رہا تھا۔ اتنے میں سٹیشن ماسٹر تشریف لائے اور بکنگ کلرک پر ناراض ہوتے ہوئے بولے ٹکٹ بند کر دو اور گیٹ کھول دو، لوگوں کو جانے دو۔ ہجوم میں مرزا صاحب کی زیارت کا جوش ہے کھڑکی بند کرو خطرہ ہے لوگ کھڑکی نہ توڑ دیں۔ گیٹ کے قریب ایک ادھیڑ عمر کی ہندو عورت کو پنجابی میں یہ کہتے سنا کہ بڑی دنیا درشن کے واسطے آئی ہے، پرماتما کا اوتار آیا ہے، قریب نہیں جا سکتی دور سے دیکھ لوں گی۔ لوگوں میں حضورؑ کی زیارت کا اس قدر جوش تھا کہ ہجوم نے ٹرین روک لی اور اسٹیشن ماسٹر نے بھی ٹرین لیٹ کر دی۔ پھر گجرات اور لالہ موسیٰ کے سٹیشنوں پر بھی لوگ آئے۔ پھر جہلم کے سٹیشن پر تو کچھ نہ پوچھو۔ نہ معلوم کہاں کہاں سے لوگ حضورؑ کی زیارت کو سٹیشن پر آئے ہوئے تھے، پلیٹ فارم بھرا ہوا تھا......

ایک دن حافظ عبدالعزیز صاحب اور خاکسار شہر جہلم میں پھرتے پھرتے ایک ہوٹل میں چائے پینے بیٹھ گئے۔ وہاں اور لوگ بھی جو غیر احمدی تھے بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں حضرت مسیح موعود کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ ایک اچھے خاصے خوش پوش غیر احمدی نے

باقی صفحہ نمبر۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ رَءُوْف ہے وہ اپنے بندوں پر بار بار رحم کرنے والا ہے۔
رأفت کے معنی ایسی انتہائی مہربانی کے ہیں جو احسان اور بخشش کا تقاضا کرتی ہے

(قرآن مجید، احادیث نبویؐ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت رء وف کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۱۳؍دسمبر ۲۰۰۲ء مطابق ۱۳؍فتح ۱۳۸۱ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

آج صفت رؤوف سے متعلق خطبہ ہو گا۔

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ۔ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔﴾ (سورة البقره:۱۴۴)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں وسطی امّت بنادیا تا کہ تم لوگوں پر نگران ہو جاؤ اور رسول تم پر نگران ہو جائے۔ اور جس قبلہ پر تُو (پہلے) تھا وہ ہم نے محض اس لئے مقرر کیا تھا تا کہ ہم اُسے جان لیں جو رسول کی اطاعت کرتا ہے بالمقابل اس کے جو اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاتا ہے۔ اور اگرچہ یہ بات بہت بھاری تھی مگر ان پر (نہیں) جن کو اللہ نے ہدایت دی۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمانوں کو ضائع کر دے۔ یقیناً اللہ لوگوں پر بہت مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آج کے خطبہ جمعہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت رء وف کا مضمون شروع ہو جائے گا اور سب سے پہلے لفظ رؤوف جو رأفت سے نکلا ہے اس کے لُغوی معانی بیان کرتا ہوں۔

حضرت امام راغب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''المفردات فی غَرِیبِ القُرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ رأفت سے مراد رحمت ہے اور جب یہ کہا جائے کہ فلاں نے رأفت سے کام لیا ہے تو اس (یعنی رأفت کرنے والے) کو رء وف یعنی مہربان کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ﴾ اور اللہ کے دین کے حق میں کوئی نرمی (کا رجحان) تم پر قبضہ نہ کر لے۔

تاج العروس میں لکھا ہے کہ رَءُوْفٌ، صَبُوْرٌ کے وزن پر ہے اور یہ اسماء حُسنیٰ میں سے ہے۔

صاحبُ المنجد کے نزدیک رأفت کے معنی ایسی انتہائی مہربانی کے ہیں جو احسان اور بخشش کا تقاضا کرتی ہے۔ چنانچہ جب وَالِدٌ رَءُوْفٌ کہیں تو مطلب ہو گا کہ وہ نہایت رحمت کا سلوک کرنے والا باپ ہے۔ اور قَاضٍ رَءُوْفٌ ایسے منصف کو کہتے ہیں جو سزا کا فیصلہ سناتے وقت شدّت سے کام نہیں لیتا۔

(المنجد فی اللغۃالعربیۃ المعاصرۃ دارالمشرق بیروت ۲۰۰۱ء)

لسان العرب میں لکھا ہے کہ رأفت کے معنی رحمت کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد رحمت کی شدّت ہے...... گویا رأفت، رحمت سے زیادہ خاص ہے۔

اَلنِّهَايَةُ فِي غريبِ الحديث کے مصنف علّامہ ابن اثیر کے مطابق رء وف اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ بندوں پر بار بار رحم کرنے والا ہے اور اپنے لطف و کرم سے ان پر مہربان ہوتا ہے۔ رأفت، رحمت سے زیادہ دقیق ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ رأفت کسی ناپسندیدہ اور مکروہ معاملے میں واقع ہو جبکہ رحمت کسی خاص مصلحت کے تحت ناپسندیدہ معاملے میں بھی واقع ہو سکتی ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۶ یا ۱۷ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی اور آپؐ پسند فرماتے تھے کہ آپؐ کا قبلہ ''خانہ کعبہ'' ہو۔ پس آپؐ نے کوئی نماز یا نماز عصر ادا کی اور بہت سے لوگوں نے آپؐ کے ساتھ نماز ادا کی اور آپؐ کے ساتھ نماز ادا کرنے والوں میں سے ایک شخص نکلا اور ایک مسجد کے پاس سے گزرا جس میں لوگ حالتِ رکوع میں تھے تو اُس نے کہا کہ مَیں خدا کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے نبی ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھی ہے۔ پس اُنہوں نے اُسی حالت میں بیت اللہ کی طرف رُخ کر لیا اور ہم نہیں جانتے تھے کہ جو لوگ تحویل قبلہ سے پہلے اسی قبلہ پر فوت ہو گئے یا پھر شہید ہو گئے ان کے بارے میں کیا رائے قائم کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ)۔ (صحیح البخاری۔ کتاب التفسیر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''اس مبارک امّت کے لئے قرآن شریف میں وسط کی ہدایت ہے، توریت میں خدا تعالیٰ نے انتقامی امور پر زور دیا تھا اور انجیل میں عفو اور درگزر پر زور دیا تھا اور اس امّت کو موقعہ شناسی اور وسط کی تعلیم ملی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ یعنی ہم نے تم کو وسط پر عمل کرنے والے بنایا اور وسط کی تعلیم تمہیں دی، سو مبارک وہ جو وسط پر چلتے ہیں ﴿خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا﴾۔''

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب۔ صفحہ ۱۲۶)

For any Business/Commercial Requirments
Complete Financial Packages Can Be Arranged
Contact:
Iqbal Ahmad BA AIB MIAP
Former Bank Executive Vice President/General Manager UK
Tel. & Fax: 020 8874 2233 + Mobile: 07957-260666
www.commloans.co.uk --- e-mail: comm.it@virgin.net
NACFB Member of the National Association of Commercial Finance Brokers

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

پُر مسرت زندگی گزارنے کے لئے چند زریں اصول

نوبیل انعام یافتہ برطانوی فلسفی برٹرنڈ رسل کی شہرہ آفاق کتاب The conquest of Happiness (خوشیوں کی تسخیر) کی تلخیص

(ڈاکٹر مرزا سلطان احمد)

غالبؔ نے خوب کہا تھا:

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

لیکن کیا واقعی انسان کا مقدر یہی ہے کہ وہ غموں میں گھرا رہے اور خوشیوں کی منزل تک کبھی نہ پہنچ سکے۔ یا پھر تمام مسائل اور مصائب کے باوجود انسان خوش و خرم اور مطمئن زندگی گزار سکتا ہے۔ اس سوال پر بے شمار لوگوں نے اپنی اپنی سوچ کے مطابق اظہار خیال کیا ہے۔ اس کتاب The Conquest of Happiness میں برٹرنڈ رَسل (Bertrand Russel) نے اسی مسئلے کا جائزہ لیا ہے

مصنف کے حالات زندگی

برٹرنڈ رسل (Bertrand Russel) 1872ء میں برطانیہ کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا لارڈ جان رسل مُلک کے وزیر اعظم رہے تھے اور آزاد تجارت اور مفت تعلیم کے بہت بڑے حامی تھے۔ مصنف کے والد لارڈ ایمبرلی (Amberley) تھے جو برٹرنڈ رسل کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ ان کی اہلیہ ان سے قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ لارڈ ایمبرلی کی یہ وصیت تھی کہ ان کے دونوں بیٹوں کے گارڈین ان کے دو دوست ہوں گے جو مذہباً دہریہ تھے۔ لیکن ان بچوں کے دادا کا اثر و رسوخ کام آیا اور وہ اپنے پوتوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ ان کی دادی آخر میں عیسائیت کے موحد فرقے Unitarian میں شامل ہو گئی تھیں۔ ان کے ایک بھائی یعنی مصنف کے ماموں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ خود وہ شروع ہی سے اپنے آبائی مذہب عیسائیت سے بیزار تھے۔

خود برٹرنڈ رسل کا بچپن مایوسی اور اداسی کی بدترین مثال تھا۔ بقول ان کے خودکشی اور ان کے درمیان صرف ریاضی کی محبت حائل تھی۔ ریاضی کا مزید علم حاصل کرنا ہی وہ واحد کشش تھی جو انہیں زندہ رکھے ہوئے تھی۔ سکول کی تعلیم ختم ہوئی تو انہوں نے مزید تعلیم کیلئے کیمبرج یونیورسٹی کا رخ کیا۔ اور غیر معمولی اعزاز سے تمام امتحانات پاس کئے۔ جولائی 1900ء کے دوران پیرس میں ہونے والی ایک کانفرنس ان کے ذہنی سفر میں ایک اہم موڑ بنی۔ اس کانفرنس میں ایک فلاسفر Peano نے انہیں بہت متأثر کیا۔ اس کی تحریروں کو پڑھنے کے نتیجے میں رَسل کو شوق ہوا کہ وہ ریاضی اور فلسفے میں تعلق پیدا کریں۔ اس طرح انہوں نے اپنی پہلی کتاب Principia Mathematica لکھنی شروع کی۔ کتاب ختم ہوئی تو انہوں نے پھر کیمبرج یونیورسٹی کا رخ کیا اور اس کے اساتذہ کی صف میں شامل ہو گئے۔

رَسل کے لئے ادب کے نوبیل پرائز کا اعزاز

1914ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو پوری دنیا میں تو زلزلہ آیا ہی تھا خود رَسل کی زندگی میں بھی زلزلہ آ گیا۔ انہوں نے کھلم کھلا جنگ میں شمولیت کی مخالفت شروع کر دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یونیورسٹی سے فارغ ہوئے، تشدد کا نشانہ بنے اور جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ جب جنگ کا آسیب سوار ہو تو امن کی باتیں کون سنتا ہے؟ بہر حال اس کے نتیجے میں ان کی زندگی بدل گئی۔ انہوں نے پوری دنیا کو اپنی یونیورسٹی بنا لیا اور ملک ملک گھوم کر لیکچر دیئے۔ ایک کے بعد دوسری کتاب منظر عام پر آتی گئی۔ فلسفے کی دنیا میں ان کا نام ایک معزز حوالہ بن گیا۔ کبھی ان کے نظریات قبول کئے گئے اور کبھی ان کا مذاق اڑایا گیا۔ 1950ء میں برٹرنڈ رَسل کو لٹریچر کا نوبیل پرائز دیا گیا اور اسی برس انہیں شاہ برطانیہ کی طرف سے بھی تمغہ دیا گیا۔ لگ بھگ نوّے سال کی بھرپور زندگی گزارنے کے بعد برٹرنڈ رَسل نے انتقال کیا۔

کتاب کا تعارف، مقبولیت اور آراء

پیش لفظ میں ہی یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ کتاب عام آدمی کے لئے لکھی گئی ہے۔ اور اس میں فلسفے کا کوئی گہرا نکتہ بیان نہیں کیا گیا۔ اس تحریر کی بنیاد مصنف کے اپنے ذاتی تجربے پر ہے۔ اس کتاب کو عوام الناس نے ہاتھوں ہاتھ لیا، ماہرین نفسیات نے بھی اسے سراہا لیکن دانشوروں کے ایک طبقے نے اس پر ناک بھوں چڑھائی اور اسے سطحی خیالات کا مجموعہ قرار دیا۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ 1930ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا تعلق رَسل کی زندگی کے اس حصے سے ہے جس میں ان کے مطابق انہوں نے بہت سی کتب مالی منفعت کے لئے لکھی تھیں۔ لیکن یہ ان کی مقبول ترین کتب میں سے ایک ہے۔ اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں ان وجوہات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کی وجہ سے بالعموم انسان غمگین رہتا ہے اور دوسرے حصے میں ان راستوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن پر چل کر ایک انسان تمام مشکلات کے باوجود اپنی زندگی خوش خوش گزار سکتا ہے۔ ان سے اتفاق یا اختلاف کرنا تو ہر شخص کا حق ہے لیکن مصنف نے اپنے خیالات کو سادہ مگر مؤثر طریق پر پیش کیا ہے۔

کتاب کا آغاز

کتاب کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ جانور اس وقت تک خوش و خرم رہتے ہیں جب تک ان کا پیٹ بھرا ہو اور وہ صحت کی حالت میں ہوں۔ بظاہر انسانوں میں بھی ایسا ہی ہونا چاہئے تھا مگر عملاً یہ نہیں ہوتا۔ اپنے حال پر نظر ڈالیں یا تو آپ خود ناخوش ہوں گے یا پھر آپ کے اکثر دوست احباب خوشیوں سے عاری زندگی گزار رہے ہوں گے۔

عالی دماغ ہونے کے لئے مغموم رہنا ضروری نہیں

دوسرے باب میں یہ بحث کی گئی ہے کہ عالی دماغ ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ آدمی مغموم رہے اور اداس نظر آئے۔ رَسل کچھ شاعروں کی مثال دیتے ہیں جنہوں نے بھرپور، مطمئن بلکہ ٹھاٹھ سے زندگی گزاری جب اپنا کلام لکھنے بیٹھتے تو آہ و بکا کا طوفان اٹھا دیا۔ زندگی کو بیکار کہا، دنیا کو غموں سے بھرا ہوا اور خوشیوں سے خالی قرار دیا۔ مختصراً یہ کہ ان کی تحریروں سے یہی لگتا ہے کہ لکھنے والے نے ساری عمر خوشی کا منہ نہیں دیکھا۔

(یہ بیماری جس کا مصنف نے ذکر کیا ہے، اردو کے اکثر شعراء میں بھی پائی جاتی ہے۔ کچھ تو ہر شعر میں کسی نہ کسی دکھ کا تذکرہ کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ شکر کا یا خوشیوں کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہے۔ اب ابن انشاء کی مثال ہی دیکھ لیں۔ جب نثر لکھی تو ساری کی ساری مزاح سے بھرپور اور جب شاعری کی تو غم، مایوسی، جدائی اور موت کے چکر میں پڑ گئے)

تحریر کے ساتھ کام بھی ضروری ہے

مصنف کے مطابق بہت سی ادبی شخصیات کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ عملی زندگی سے کٹ کر جی رہے ہوتے ہیں۔ پھر انہیں لکھنے کا کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔ انہیں چاہئے کہ لکھنا ترک کر دیں۔ دنیا میں نکل جائیں۔ چاہے کسی خطے کے حکمران بن جائیں یا کہیں پر مزدوری کرنے لگ جائیں۔ کچھ کریں پر ایسا کام کریں جس میں ان کی تمام توانائی خرچ ہو۔ پھر ایک وقت خود بخود آئے گا جب وہ اگر اپنے آپ کو روکنا بھی چاہیں گے تو پھر بھی خود بخود لکھنے لگ جائیں گے اور اس مرتبہ ان کی تحریر بے مقصد نہیں ہو گی۔

ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی فکر

کتاب کے تیسرے باب کا نام "COMPETITION" ہے یعنی ''ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا''۔ برٹرنڈ رسل لکھتے ہیں کہ امریکہ کے کسی آدمی یا برطانیہ کے کسی تاجر سے پوچھ لیں کہ وہ کیا چیز ہے جو ان کے اور ان کی خوشیوں کے درمیان سب سے زیادہ حائل ہوتی ہے۔ ان کا جواب یہی ہو گا کہ زندگی کی جدوجہد اور تگ و دَو نے ان کو تنگ کیا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ ان کو یہ فکر نہیں کہ وہ کل کا کھانا کس طرح کھائیں گے یا ان کی ضرورتیں پوری ہوں گی کہ نہیں۔ ان کو تو بس یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں یا دوست احباب سے پیچھے اور کمتر نہ رہ جائیں اور وہ اسی غم میں گھلے جا رہے ہیں۔ ان کے معاشرے نے کامیابی کا جو پیمانہ مقرر کر دیا ہے اسے پورا کرنے کے لئے اپنی زندگی تک برباد کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

مصنف کے مطابق اس پہلو سے یورپ میں امریکہ کی نسبت حالات بہتر ہیں۔ مثلاً آرمی اور نیوی میں کام کرنا فخر کا باعث سمجھا جاتا ہے خواہ اس سے مالی فائدہ نہ ہو رہا ہو۔ سوسائٹی میں اہل علم کی اپنی قدر ہے خواہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن امریکا میں صرف دولت کے گز سے آدمی کے قد کو ناپا جاتا ہے۔ وہاں پروفیسروں کی حیثیت بھی امراء کے ملازمین کی سی ہوتی ہے۔ امریکہ میں بچوں کو شروع ہی سے یہ تأثر دیا جاتا ہے کہ تعلیم کا مقصد صرف پیسہ کمانا ہے۔ جب کہ پہلے تعلیم کا ایک مقصد انسان کو خوشیاں حاصل کرنے کا سلیقہ سکھانا بھی ہوتا تھا۔ اچھے ذوق سے بھی لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے مثلاً لٹریچر سے، مصوری سے، موسیقی سے۔

اس دور میں ایک امیر بزنس مین مصوری کے شاہکاروں کو دیکھ کر کوئی لطف تو حاصل نہیں کرتا البتہ اپنی ساکھ اور شہرت میں اضافہ کے لئے ان شاہکاروں کو خرید کر ایک گیلری ضرور بنا لیتا ہے اور ان کے انتخاب کے لئے بھی وہ ماہرین کی خدمات کو کرائے پر حاصل کر لیتا ہے۔

مطالعہ کا مقصد

اب مطالعے کو ہی دیکھ لیں۔ ایک کتاب کو پڑھنے کے دو مقاصد ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ اس کو پڑھ کر لطف اندوز ہوں اور دوسرے یہ کہ آپ اس کا مطالعہ اس لئے کریں تا کہ دوسروں کے سامنے شیخی بگھار سکیں۔ امریکہ میں خواتین کے بہت سے مطالعاتی کلب ہیں جن میں ہر مہینے مطالعے کے لئے ایک کتاب منتخب کی جاتی ہے۔ کوئی خاتون صرف پہلا باب پڑھتی ہیں، کوئی صرف آخری باب پر نظر ڈالتی ہیں۔ اور بعض تو صرف اس کتاب پر کیا گیا تبصرہ ہی پڑھ پاتی ہیں تا کہ یہ ظاہر کر سکیں کہ انہوں نے اس کتاب کو پڑھ لیا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ منتخب شدہ کتاب ہمیشہ دوسرے درجے سے تعلق رکھتی ہے اور کبھی بھی اعلیٰ پائے کی کلاسک کتاب یہ کلب منتخب نہیں کرتے۔

زندگی کا مقصد

ہاں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ معاشرے میں کامیابی حاصل کرنا انسان کی خوشیوں میں اضافہ کرتا ہے مثلاً ایک ایسا مصور جسے مقبولیت حاصل ہو، ایسے مصور کی نسبت زیادہ خوش ہو گا جس کی تصویروں کو اتنا پسند نہ کیا جاتا ہو۔ اسی طرح ایک حد تک مالی وسائل بھی خوشیاں حاصل کرنے کا باعث بنتے ہیں لیکن ایک سطح سے آگے جا کر مزید مال و دولت سمیٹنا خوشیوں کا باعث نہیں بنتا۔ زندگی کا مقصد صرف دوسروں سے آگے نکلنا نہیں ہے۔ اس زہریلے رویے سے صرف کام کرنے کے اوقات ہی برباد نہیں ہوتے بلکہ فارغ اوقات میں بھی زہر گھل جاتا ہے۔

بوریت کاآسیب

چوتھا باب لوگوں کی اس شکایت کے بارے میں ہے کہ ہم بور ہوتے رہتے ہیں اور زندگی میں کوئی ہلچل نہیں ہے۔ رَسل لکھتے ہیں کہ اپنی وحشیانہ حالت میں جب انسان کا انحصار صرف شکار پر تھاوہ بھوکا تورہ سکتا تھالیکن بور نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جب بنیادی ضرورتیں پوری ہوجاتی ہیں توبوریت کاآسیب سوار ہوجاتا ہے۔

لیکن مصنف کے مطابق انسان کو ہر وقت ہلچل اور دھوم دھڑکے کی عادت نہیں ہونی چاہئے اور بچوں کوایک حد سے زیادہ ایسی تفریح مہیا نہیں کرنی چاہئے جس میں ان کی جسمانی ورزش نہ ہو مثلاً تھیٹر ڈرامے وغیرہ میں بچے صرف خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔ جولوگ شہری زندگی گزارتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ شہر سے باہر جا کر کھلی فضامیں ایسی تفریح میں حصہ لیں جس سے ان کا زمین سے تعلق قائم رہے۔ اس سے ان کی زندگی میں بوریت کا عنصر کم ہوجائے گا۔

(اس کتاب سے ایک لمحہ ہٹ کر اگر ہم اپنے ملک کے ماحول پر نظر ڈالیں تو ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ لوگ ٹی وی کے سامنے بت بنے بیٹھے ہیں اور ہر چار پانچ منٹ کے بعد بس یہی فقرہ دہراتے ہیں کہ یہ پروگرام بہت بور ہے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ اگر پروگرام بور ہے تو دیکھتے ہی کیوں ہو؟ ٹی وی بند کرو باہر نکل کر چہل قدمی کرلو، یا کوئی کتاب پڑھ لو یاآپس میں کوئی دلچسپی کی بات کرلو، کسی کھیل میں حصہ لے لو۔ مگر انہیں ٹی وی کے نشے نے اس قابل چھوڑا ہی نہیں کہ وہ کسی اور تفریح سے لطف اندوز ہوسکیں۔)

اس دور میں جس طرح بوریت کی شکایت ہر دوسرے شخص کی زبان پر رہتی ہے اسی طرح آپ اکثرلوگوں سے تھکاوٹ کا رونا بھی ضرور سنتے ہوں گے۔ کوئی دفتر میں چند گھنٹے کام کر لے تو کہتا ہے کہ میں تھک گیا ہوں۔ وہ خواتین بھی جو صرف گھر کا کام کرتی ہیں بلکہ وہ بھی جو اپنی مدد کے لئے ملازمین کی اچھی خاصی تعداد بھی رکھتی ہیں یہی گلہ کرتی ہیں کہ ہم تو کام کر کر کے تھک جاتی ہیں۔ بعض طلباء تو محض کلاس روم میں بیٹھ کر اونگھنے سے ہی تھکاوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

پریشانی اوراحساس تھکاوٹ

برٹرنڈرسل کی اس کتاب کاپانچواں باب Fatigue(تھکاوٹ) کے متعلق ہے۔ رسل لکھتے ہیں کہ جسمانی مشقت اگر حد سے زیادہ نہ ہو تو نہ صرف اس سے نیند اچھی آتی ہے بلکہ زندگی کی دلچسپیوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن اس صنعتی دور کا مسئلہ جسمانی تھکن نہیں بلکہ ذہنی تھکن ہے۔ اکثرلوگ نہ صرف سارادن فکرمند رہتے ہیں بلکہ رات کو بھی اپنی فکریں بستر میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ اورجب صبح اپنے کام پر جاتے ہیں تو قطعاً تازہ دم نہیں ہوتے بلکہ دن کا آغاز ہی تھکن کے احساس سے کرتے ہیں۔ لیکن ایک منٹ ٹھہر کر سوچیں کہ جس مسئلے پر ہم پریشان ہورہے ہیں کیاوہ اتناہی اہم ہے۔

اکثراوقات جس مسئلے پر پریشان ہو کر نیندیں حرام ہورہی ہوتی ہیں وہ بہت کم اہمیت کے ہوتے ہیں۔ اگر ماضی کی پریشانیوں پر نظر ڈالیں تو ان میں سے اکثر پریشانیاں جن کاموں کے متعلق تھیں وہ ہوتے یانہ ہوتے اس سے ہماری زندگیوں پر بہت کم اثر پڑتا تھا۔ البتہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو کر ہم اپنی زندگی کے بڑے حصے کو خوشیوں سے محروم کر دیتے ہیں۔ بہت بڑے بڑے نقصانات کے وقت انسان کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ذہن کو ان کے متعلق سوچنے سے روکے لیکن روز مرہ کے چھوٹے چھوٹے مسائل کے متعلق صرف اس وقت اوراتنا ہی سوچنا چاہئے جتنا ان کو حل کرنے کے لئے ضروری ہو۔ ہروقت ان کے متعلق سوچناانسان کو خوشیوں سے محروم کردیتا ہے۔

حسد کی بیماری

اس سے اگلاباب ''حسد'' پر ہے۔ مصنف کے مطابق فکرمندی کے بعد اپنی خوشیاں برباد کرنے کے لئے حسد سے زیادہ بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے۔ یہ بیماری نہ صرف عام ہے بلکہ ہر طبقے میں پائی جاتی ہے۔ کسی سیاستدان کے سامنے اسی کی پارٹی کے دوسرے سیاستدان کی تعریف شروع کردیں یاایک ماہرآثارقدیمہ کے سامنے کسی اور ماہر کی تعریف کریں تو حسد کالاوا پھوٹنا شروع ہوجائے گا۔ جب نیوٹن کو شہرت حاصل ہوئی تو اسی دور کے دواہم سائنسدان ایک دوسرے کو خطوں میں اکثر لکھتے تھے کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ نیوٹن جیساذہین آدمی اب ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔ یہ حضرات ایک دوسرے کے سامنے مگرمچھ کے آنسو بہانے میں لذت اس لئے حاصل کررہے تھے کہ وہ نیوٹن سے حسد کرنے لگے تھے۔ حسد کرنے والااپنے پاس موجود نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی بجائے ان چیزوں کی وجہ سے تکلیف اٹھانے لگتا ہے جو دوسروں کے پاس موجود ہیں اوروہ ان سے محروم ہے۔

اب اس کا علاج کیا ہے؟ اس کا علاج اپنے ذہن کو ڈسپلن کا عادی بنانا ہے۔ بے فائدہ سوچوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔ آخر خوشیوں سے قابل رشک تو کوئی چیز نہیں۔ آپ اپنی خوشیاں فضول سوچوں پر قربان کیوں کرتے ہیں۔ اگرآپ کو عظمت اور شہرت کی خواہش ہے توآپ نپولین پر رشک کریں گے اور نپولین بیچارا سیزر پر رشک کرتا تھااور تاریخ میں آتا ہے کہ سیزر سکندر اعظم پر رشک کرتا تھا اور سکندر اعظم ہر کولیس پر رشک کرتا ہوگا اور ہر کولیس تو ایک افسانوی کردار تھااس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔

یہ احساس کہ سب لوگ میرے دشمن ہیں

کتاب کاآٹھواں باب Persecution Mania کے نام سے ہے۔ ہم میں سے بہت سے اسی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بہت مرتبہ یہ خیال ہمارے ذہنوں پر حاوی ہوجاتا ہے کہ اگرچہ ہم خود تو بہت اچھے ہیں لیکن ہمارے اردگرد موجود لوگ ہمارے مخالف ہیں یا کم از کم ہمارا اتنا خیال نہیں رکھتے جتنا انہیں رکھنا چاہئے۔ ایسا شخص گھر میں ہوگا تو بیوی اور رشتہ داروں سے شاکی ہوگا۔ دفتر جائے گا تو اپنے ساتھ کام کرنے والوں پر بدگمانی کرے گا کہ وہ اس پر کام کا زیادہ بوجھ ڈالتے ہیں ، اس کی قدر نہیں کرتے۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ اگروہ کسی دواشخاص کو سر جوڑ کرباتیں کرتا دیکھے تو جھٹ یہ نتیجہ نکال لے کہ ضرور میرے خلاف ہی باتیں کررہے ہوں گے۔ یہ صاحب جب دوستوں میں بیٹھتے ہیں تو بھی اس وہم میں اپنا جی جلاتے رہتے ہیں ان کے دوست ان کو نظرانداز کررہے ہیں یا ان سے اچھاسلوک نہیں کررہے۔

ہم خود تو کبھی نہ کبھی ہر کسی کے متعلق منفی بات کرجاتے ہیں لیکن اگر ہمیں یہ پتہ چل جائے کہ کسی نے ہمارے متعلق کوئی منفی بات کی ہے تو ہم ہکاّبکاّ رہ جاتے ہیں۔ دل میں اپنے ان فرضی احسانات کو یاد کرنا شروع کردیتے ہیں جو ہمارے خیال میں ہم نے کبھی اس بات کرنے والے پر کئے تھے۔ اور پھرآخری نتیجہ یہی نکالتے ہیں کہ میں تو بہت اچھا ہوں لیکن باقی ساری دنیا میرے خلاف ہے۔

اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم اپنی خوبیوں کو محدّب عدسے سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر میں ڈرامہ نویس ہوں تو میرا یہ خیال ہوگا کہ یہ بالکل واضح ہے کہ میں اس دور کا بہترین ڈرامہ لکھنے والا ہوں۔ اس کے باوجود اگر میرے لکھے ہوئے کھیل یاتو کوئی سٹیج پر دکھانے کے لئےآمادہ ہی نہیں ہوتا یا اگر سٹیج پر دکھائے بھی جائیں تو کامیاب نہیں ہوتے اور لوگ انہیں پسند نہیں کرتے۔ اب اگر میں اس کی وجہ ڈھونڈھنے کے لئے سوچنا شروع کروں تو فوراً طبیعت اسی خیال کی طرف مائل ہوگی کہ مینیجر، ایکٹر، نقاد سب میرے خلاف متحد ہوگئے ہیں کیونکہ میں دوسروں کی طرح ان کی خوشامد نہیں کرتا۔ حالانکہ ہمیں پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ شاید یہ ڈرامے اتنے اچھے نہیں لکھے گئے تھے کہ کامیاب ہوسکتے۔

لوگ کیا کہیں گے؟

اس سے اگلاباب اس خوف کے متعلق ہے کہ لوگ میرے متعلق کیا سوچتے ہیں یا میرے اردگرد موجود لوگ میرے متعلق کیا کہیں گے۔ یہ خوف کم وبیش ہر ایک میں ہوتا ہے۔ بہت کم لوگ اس حال میں خوش رہ سکتے ہیں جب ان کا ماحول ان کی مخالفت کررہا ہو۔ لیکن ایک اور پہلو قابل غور ہے اور وہ یہ کہ ہر معاشرے کا ماحول مختلف ہوتا ہے۔ ایک ہی چیز جو ایک مقام پر ستائش سمجھی جاتی ہے دوسرے مقام پر لوگ اس پر غصے سے بھڑک اٹھتے ہیں۔ اوراگر ایک شخص یہ ظاہر ہونے دے کہ وہ معاشرے سے ڈر گیا ہے تو لوگوں کا غیظ وغضب اور زیادہ ترقی کر جاتا ہے۔ دراصل ہر معاشرے میں ایک روایت پسند طبقہ موجود ہوتا ہے۔ جب بھی کسی مسلّمہ روایت کی مخالفت کی جائے تو یہ حضرات اسے اپنے اوپر ذاتی حملہ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ لیکن اگر ان خیالات کو دوستانہ انداز میں پیش کیا جائے تو ان کارد عمل نرم بھی ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر ہر شخص ملازمت کے انتخاب کے وقت یہ بھی سوچ لے کہ وہ اپنے رفقائے کار کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی بھی پیدا کرسکتا ہے یا نہیں تو وہ اس طرح اپنے کام کیلئے بہتر ماحول پیدا کرسکتا ہے۔ کیونکہ پھر اسے ہر وقت دوسروں کے خیالات اور مخالفت کا مقابلہ نہیں کرنا پڑے گا۔

رائے عامہ سے بلاوجہ اتنا بھی نہیں الجھنا چاہئے کہ فاقوں تک نوبت آجائے لیکن ہر معاملے میں دوسروں کی رائے کو اپنے ذہن پر سوار بھی نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً اگر ایک معاشرے میں کار رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے لیکن آپ اس کی جگہ سیاحت کرنا پسند کرتے ہیں لائبریری بنانا چاہتے ہیں تو سوچ سمجھ کر اپنی خواہش پر عمل کریں۔ معاشرے میں آپ کی عزت کم نہیں ہوگی بلکہ شاید بڑھ ہی جائے۔ اسی طرح ایک معاشرہ اس وقت خوشیوں کا گہوارہ بن سکتا ہے جب ایک فرد کی رائے کا احترام کیا جائے۔ معاشرے کا یہ کام نہیں کہ بلاوجہ ہر معاملے میں اپنی ٹانگ اڑائے۔

خوشیوں کاراستہ

دسویں باب سے رَسل کتاب کا دوسرا حصہ شروع کرتے ہیں کہ زندگی خوش وخرم کس طرح گزاری جائے۔ خوشیاں موٹے طور پر دوطرح کی ہوتی ہیں۔ سادہ خوشیاں جنہیں ہر کوئی حاصل کرسکتا ہے اور دوسرے ذرا پیچیدہ قسم کی خوشیاں جن کو صرف اعلیٰ ذہانت رکھنے والے حاصل کرسکتے ہیں۔ لیکن سادہ سی خوشیوں کاراستہ تو ہر کسی پر کھلا ہے۔ یہاں پر مصنف نے دومثالیں اپنے تجربے سے بیان کی ہیں۔ پہلی مثال تو ایک ان پڑھ آدمی کی مثال ہے جس کا پیشہ کنویں کھودنا تھا۔ وہ اپنے اس کام میں اتنا مسرور اور مگن تھا کہ اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ جب 1885ء میں اسے پارلیمنٹ کے انتخاب میں ووٹ کا حق ملاتو اسے پہلی مرتبہ علم ہوا کہ پارلیمنٹ بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ لیکن وہ اپنی پیشہ وارانہ لگن اور جسمانی محنت میں بہت مطمئن اور خوش تھا۔ اور دوسری مثال خود برٹرنڈرسل کے مالی کی ہے۔ اس کی خوشیوں کامرکز خرگوش تھے۔ جی ہاں وہ خرگوش جو اس کے باغ کو خراب کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ خرگوشوں کے متعلق اس طرح بات کرتا تھا جیسے سکاٹ لینڈ یارڈ کے افسران بالشویک ایجنٹوں کاذکر کرتے ہیں۔ اس کے نزدیک خرگوش ایک مکار، وحشی اور سازشی مخلوق تھی اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اس جیسے ذہین آدمی کی اشد ضرورت تھی۔ وہ روزانہ سولہ میل سائیکل چلا کرآتا تھا۔ حالانکہ اس کی عمر ستر برس تھی۔ جب تک دشمن باقی تھے وہ ان کے مقابلے سے لطف اندوز ہورہا تھا۔

زندگی میں دلچسپی برقراررکھناضروری ہے

گیارہویں باب میں بیان کیا گیا ہے کہ خوش وخرّم زندگی گزارنے کے لئے زندگی میں

دلچسپی برقرار رکھنا بہت ضروری ہے۔ بعض لوگ اچھے سے اچھا کھانا بھی اس طرح کھاتے ہیں جیسے کوئی ناگوار فرض ادا کر رہے ہیں۔ یہاں پر رسل مشہور کردار شرلاک ہومز کی مثال دیتے ہیں جس نے سڑک پر گرا ہوا ایک ہیٹ اٹھایا اور اس کا جائزہ لے کر بتادیا کہ اس کا مالک شراب کے نشے کی وجہ سے گرا تھا اور اس کی بیوی اب اس کا اتنا خیال نہیں رکھتی جتنا پہلے رکھتی تھی۔ ایک ایسے شخص کی زندگی جو عام چیزوں میں دلچسپی لینے کی صلاحیت پیدا کر لے بوریت کا شکار نہیں ہوسکتی۔

اب کھیتوں میں سیر کرنے کی مثال کو دیکھ لیں۔ ایک شخص پرندوں میں دلچسپی لے سکتا ہے، دوسرا ہرے بھرے کھیتوں میں، تیسرا درختوں اور پودوں میں، چوتھا زمین کی جغرافیائی ساخت میں۔ یہ سب دلچسپیوں اور خوشیوں کے سامان ہیں جو ہمارے ارد گرد بکھرے ہوئے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھائیں۔

اب ایک اور شخص کی مثال لیتے ہیں جو امیر ہے۔ وہ سیر کیلئے نکلتا ہے اور ملک ملک گھومتا ہے۔ وہ ہمیشہ مہنگے ترین ہوٹلوں میں ٹھہرتا ہے۔ ویسا ہی کھانا منگواتا ہے جیسا وہ گھر میں کھاتا تھا۔ صرف اپنے طبقے کے لوگوں سے ملتا ہے جو اس کی طرح سیر کے نام پر گھر سے نکلے ہوئے ہیں۔ اور کھانے کی میز پر بھی انہی گھسے پٹے موضوعات پر بات کرتا ہے جن کے متعلق وہ اپنے گھر کی میز پر بات کرتا تھا۔ اور گھر واپس آکر شکر کرتا ہے کہ یہ بور سفر ختم ہوا۔ دراصل اس نے سفر کیا ہی نہیں۔ وہ اپنے خول سے باہر ہی نہیں نکلا۔

اس کے برعکس ایک اور سیر کرنے والا ہے جو مقامی لوگوں سے بھی ملتا ہے، مختلف جگہوں کی تاریخی اہمیت میں دلچسپی لیتا ہے۔ مختلف جگہوں کے مقامی کھانے بھی کھا کر دیکھتا ہے۔ ان کے رسم و رواج میں دلچسپی لیتا ہے۔ جب وہ سفر سے لوٹتا ہے تو عمر بھر کے لیے عمدہ یادیں لے کر لوٹتا ہے۔ انسان ہر صورت میں اپنے گرد و نواح میں دلچسپی کا کوئی نہ کوئی سامان ڈھونڈھ کر خوش ہوسکتا ہے۔

اردو ادب میں دو متضاد مثالیں

اس کتاب سے کچھ دیر ہٹ کر ہم اردو ادب کی طرف آتے ہیں۔ اردو مزاح کی مشہور کتاب ''بجنگ آمد'' ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ کن حالات کو بیان کرتی ہے۔ وہ دوسری جنگ عظیم کا ایک رخ بیان کرتی ہے۔ جب اس کے مصنف کرنل محمد خان ایک سیکنڈ لیفٹیننٹ کی حیثیت سے گھر سے ہزاروں میل دور صحرا میں جنگ میں حصہ لے رہے تھے۔ ہر وقت جان کا خطرہ تھا۔ بہت سے ساتھی موت کا لقمہ بن چکے تھے۔ جسمانی مشقتوں اور تکلیفوں کا سلسلہ اس کے علاوہ چل رہا تھا۔ ان حالات میں بھی مصنف نے مسکرانے کی صلاحیت برقرار رکھی، جنگ کے مزاحیہ پہلو کو اجاگر کیا۔ خود بھی ہنسے اور دوسروں کا دل بھی خوش کیا۔

اب ہم اس کے برعکس ایک اور مثال لیتے ہیں۔ آپ میں سے کوئی نہیں ہوگا جس نے تاج محل کی تصویر نہ دیکھی ہو۔ یہ دنیا کی خوبصورت ترین عمارتوں میں سے ایک ہے۔ شاہ جہاں کی محبت کی یادگار۔ ہم میں سے اکثر کا دل چاہتا ہے کہ اگر موقع ملے تو اسے دیکھیں۔ اردو کے مشہور شاعر ساحر نے یہ عمارت دیکھی اور اس پر نظم بھی لکھی۔ جس کا آخری شعر یہ ہے۔

اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

ساحر کو تاج محل کی خوبصورتی نظر نہیں آئی۔ اس کے نقش و نگار اچھے نہیں لگے؟ اس کے باغ کا حسن نظر نہیں آیا۔ شاہ جہاں کی محبت انہیں بے معنی لگی۔ پوری نظم میں وہ ایک بھی مثبت بات نہیں کر سکے۔ صرف اس بات پر کڑھتے رہے کہ شاہ جہاں نے آخر اپنی بیوی کا مقبرہ بنوایا کیوں؟ اس نفسیات کے ساتھ جب انہوں نے تاج محل کو دیکھا تو انہیں یوں لگا جیسا کہ وہ ان کا منہ چڑا رہا ہو۔ میرا مقصد ساحر کی توہین کرنا نہیں وہ اردو کے ایک خوبصورت شاعر تھے۔ مقصد صرف دو سوچوں کا فرق ظاہر کرنا ہے۔

محبت اور توجہ کی ضرورت

اس سے اگلا باب اس بحث پر ہے کہ ہر انسان کو محبت اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن بہت سے انسان اس خیال کے نیچے پس رہے ہوتے ہیں کہ ان کے ارد گرد موجود لوگ ان سے محبت نہیں کرتے۔ اکثر اوقات اس نفسیات کے پیچھے بچپن کی محرومیاں ہوتی ہیں۔ انہیں شروع میں توجہ اور پیار ملے نہیں ہوتے اور یہ خیال ان کے دل میں بیٹھ جاتا ہے۔ اس بدنصیبی کے نتیجے میں مختلف ذہن مختلف رد عمل دکھاتے ہیں۔ بعض تو محبت کے اتنے بھوکے ہو جاتے ہیں کہ اسے حاصل کرنے کے لئے دوسروں پر ہر قسم کی مہربانیاں نچھاور کرتے رہتے ہیں۔ لیکن بالعموم محبت اور توجہ کو اس طریق پر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ بالآخر ایسے لوگ اس بات پر کڑھتے رہتے ہیں کہ دنیا محبت سے خالی ہے۔ ان میں سے بعض غیر معمولی ذہنی صلاحیتیں رکھنے والے ہوتے ہیں۔ وہ اسی محرومی کے رد عمل میں انقلاب کے نعرے لگانے لگتے ہیں، یا جنگیں برپا کرنے لگتے ہیں، یا اگر لکھنے کی صلاحیتیں رکھتے ہوں تو زہریلی تحریریں لکھ کر اپنی محرومی کا بدلہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اس تگ و دو کے پس منظر میں ہوتا کیا ہے؟ وہی بچپن کی محرومی اور احساس کمتری۔ تیسری قسم کے لوگ اپنے آپ کو معاشرے سے الگ رکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ بزدلی اور مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان میں اعتماد بالکل نہیں رہتا۔ اگر کسی کو مناسب محبت نصیب ہو تو اس سے اعتماد بھی پیدا ہوتا ہے اور انسان زندگی میں دلچسپی بھی لینے لگتا ہے۔

گھریلو زندگی

کتاب کا تیرھواں باب ''گھریلو زندگی'' کے متعلق ہے۔ رسل کے مطابق قدیم زمانے سے جو روایات ہمیں ورثے میں ملی تھیں، ان میں سے گھرانے کی روایت سب سے زیادہ خطرات کا شکار ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اب معاشرے میں عورت کو یہ اختیار ہے کہ ملازمت کرکے، اپنے آپ کو کسی گھرانے کا حصہ بنائے بغیر بھی رہ سکتی ہے روایتی طور پر بچے والدین کیلئے اور والدین بچوں کے لئے خوشیوں کا باعث بنتے تھے۔ اب ایک دوسرے کے لئے الجھنیں پیدا کر رہے ہیں۔ کچھ دانشمند تو ایسے بھی ہیں جنہوں نے بچوں کے ساتھ لگاؤ اور تعلق کو ایک پیچیدہ مسئلہ ہی بنالیا ہے۔ وہ نفسیات سے کچھ شدبد رکھتے ہیں اور اس کا اطلاق بھونڈے طریق سے اپنے گھر پر کر دیتے ہیں۔ وہ بچے کو پیار اس لئے نہیں کرتے کہ اس سے کوئی پیچیدہ نفسیاتی مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے۔ پھر ان بیچاروں کو یہ بھی معلوم ہے کہ اگر بچے کو پیار نہ کیا جائے تو اس میں حسد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر بچے کو انگوٹھا چوستا ہوا بھی دیکھیں تو جھٹ علم نفسیات میں غوطہ زن ہو کر عجیب و غریب سی بیماری بچے کے نام لگا دیں گے۔ وہ اپنے نیم پختہ خیالات کی وجہ سے بچوں کو دیکھ کر کوئی مسرت نہیں حاصل کرتے بلکہ لایعنی کشمکش میں گرفتار رہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے شرح پیدائش میں کمی آ گئی ہے اور خطرہ ہے کہ جلد ہی آبادی کم ہونا شروع ہو جائے گی (یہ بات 1930ء میں لکھی گئی تھی۔ بہت سے ممالک میں اب یہ عمل شروع ہو چکا ہے)۔

آئندہ نسل کی پرورش

یہ ہماری فطرت کا حصہ ہے کہ ہم اپنی اگلی نسل کو دیکھ کر مسرت محسوس کریں اور اس سے محروم رہنا بدنصیبی ہے۔ جب والدین ایک نوزائیدہ بچے کو پالنا شروع کرتے ہیں، اس کی پرورش کرتے ہیں، اس کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں تو ان کی فطرت خوشی محسوس کرتی ہے۔ اس کام کیلئے انہیں علم نفسیات کی کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی سب سے بہتر راہنمائی ان کی فطرت ہی کر سکتی ہے بالکل اس طرح جیسے جب ہم کسی شخص کو ملیں اور اسے اپنا دوست بنانا چاہیں تو دوستی کے موضوع پر کتابیں تو پڑھنے نہیں بیٹھ جاتے کہ دوستی کیسے کی جائے؟

کام کرنا ضروری ہے

کتاب کا چودھواں باب Work (کام) پر ہے۔ اگر کام جسمانی صلاحیتوں سے زیادہ نہ ہو تو پُرمسرت زندگی گزارنے کے لئے بہت ضروری ہے ورنہ انسان بوریت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر انسان بیکار ہو تو وہ فارغ وقت کا لطف بھی نہیں اٹھا سکتا۔ کام سے آگے بڑھنے کی امنگ پیدا ہوتی ہے۔ غیر دلچسپ پیشہ بھی فارغ رہنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ لیکن اگر انسان اپنے پیشہ ورانہ فرائض میں دلچسپی بھی رکھتا ہو تو یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔ اپنے فرائض منصبی میں دلچسپی دو وجہ سے ہوسکتی ہے۔ ایک تو اس سے انسان کو اپنی صلاحیتیں ظاہر کرنے کا موقع ملتا ہے اور یہ فطرتاً اطمینان بخش ہوتا ہے۔ دوسرے ایک تعمیراتی کام کو مکمل کرکے اسے دیکھنے سے ایک خوشی کا احساس ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے سائنسی میدان میں کام کرنے والے عموماً زیادہ خوش قسمت ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ ایک ٹھوس کام کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس فنون لطیفہ میں کام کرنے والے بعض دفعہ ڈیپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ انہیں اپنے کام کے کارآمد ہونے پر شک ہو جاتا ہے۔ مثلاً مائیکل آنجلو جیسے نامور مصور نے ایک بار یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر انہیں قرضے نہ اتارنے ہوتے تو وہ تصویریں نہ بناتے۔

اپنے پیشہ کے علاوہ دیگر مشاغل

پندرھویں باب میں رسل نے اس بات پر زور دیا ہے کہ انسان کو اپنے شعبے کے علاوہ دوسرے مشاغل بھی رکھنے چاہئیں۔ مثلاً ایک سائنسدان کے لئے یہ تو ضروری ہے کہ وہ اپنے میدان میں تحقیق سے باخبر رہے لیکن اگر وہ سائنس کے کسی اور شعبے کے متعلق مطالعہ کرے گا تو بالکل اور طرز پر، اور ذہنیت کے ساتھ پڑھے گا۔ اب اس کے مطالعے کا تعلق اس کی ذمہ داریوں سے نہیں ہوگا۔ اب یہ مطالعہ اس کے لئے آرام کا درجہ رکھتا ہے وہ اس سے ذہنی دباؤ میں کمی محسوس کرے گا۔ ایسے لوگ جو اپنے پیشے کے علاوہ کسی اور چیز میں دلچسپی نہیں رکھتے وہ تھکاوٹ کا شکار رہتے ہیں۔ ان کے ذہن چند گھسی پٹی باتوں پر مرکوز رہ کر تھک جاتے ہیں۔ کسی اور دلچسپی میں ان کے لاشعور کو ہلکا ہونے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ اس معاملے میں وہ خواتین جن کا کام خانہ داری کا ہے زیادہ مشکل کا شکار رہتی ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے کام کی جگہ پر ہیں۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی مسئلہ غیر ضروری طور پر ان کی توجہ کھینچتا رہتا ہے اور ان کا ذہن تھکتا رہتا ہے۔ ہم میں سے کون ہوگا جسے ناکامیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا، بچوں کی بیماری کی وجہ سے پریشان نہیں ہوا، یا گھر میں لڑائی سے نہیں نمٹنا پڑا۔ ایسی صورت حال میں کوئی شخص جاسوسی ناول پڑھے گا، کوئی شطرنج کے کھیل پر توجہ دے گا، اور جو علم فلکیات میں دلچسپی رکھتا ہے وہ اس کے مطالعے سے اپنے آپ کو بہلائے گا۔ یہ سب لوگ اپنے اپنے مزاج کے مطابق ٹھیک کر رہے ہیں۔

پُرمسرت زندگی کے حصول کیلئے کوشش کریں

کتاب کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ پُرمسرت زندگی ایسی چیز نہیں جو خود بخود آپ کی جھولی میں گر پڑے گی۔ اس کے لئے آپ کو کچھ کوشش کرنی ہوگی۔ اور کچھ صبر و تحمل بھی پیدا کرنا ہوگا۔ اگر آپ ہر چھوٹی چھوٹی بات پر بھڑک اٹھتے ہیں تو آپ خوش ہرگز نہیں رہ سکتے۔ بعض لوگ اگر ٹرین وقت پر نہ پکڑ سکیں تو طیش میں آ جاتے ہیں۔ کھانا خراب ہو تو غصہ چڑھ جاتا ہے۔ کپڑے وقت پر لانڈری سے واپس نہ آئیں تو لانڈری والوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ جتنی قوت ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر ضائع کرتے ہیں اگر صحیح سمت میں خرچ کریں تو اس سے کیا کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر آپ کو یہ بھی نظر آرہا ہے کہ آپ ایک چیز حاصل نہیں کر سکتے تو اس پر اپنا وقت برباد نہ کریں۔ دنیا میں اور بہت کچھ ہے اس سے فائدہ اٹھائیں۔

اٹھارویں ریجنل کانفرنس ویسٹرن ریجن غانا

کانفرنس میں ویسٹرن ریجنل منسٹر اور مختلف مذاہب کے نمائندگان کی شمولیت اور مذہبی رواداری، امن کی بحالی، طبی اور تعلیمی سہولتوں کی فراہمی کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی کوششوں کو خراجِ تحسین

(رپورٹ: نوید احمد عادل۔ مبلغ سلسلہ ویسٹرن ریجن غانا)

امسال خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ویسٹرن ریجن کو اٹھارہویں ریجنل کانفرنس منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ یہ کانفرنس ریجن کے ہیڈ کوارٹر ''ٹاکوراڈی'' شہر میں مورخہ ۲۷/۲۶ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو ''ٹاکوراڈی پولی ٹیکنیک کالج'' کی وسیع و عریض گراؤنڈ میں منعقد ہوئی۔

تیاری برائے کانفرنس

کانفرنس سے تقریباً تین ماہ پہلے ایک پلاننگ کمیٹی تشکیل دی گئی۔ ریجنل کانفرنس کے انتظامات کو بہتر بنانے کے لئے کمیٹی نے مختلف شعبہ جات کے ناظمین، نائب ناظمین اور معاونین کی فہرست بنا کر ڈیوٹیاں تقسیم کر دیں۔ کانفرنس سے پہلے کارکنان کی کئی ایک میٹنگز بلائی گئیں تاکہ کام کرنے میں سہولت رہے۔

پروگرام کانفرنس

کانفرنس کا وقت صبح ۱۰ بجے رکھا گیا تھا۔ چونکہ دور سے آنے والے مہمان رات کو ہی پہنچ گئے تھے اس لئے صبح آٹھ بجے ہی احباب جماعت مقام کانفرنس پہنچنا شروع ہو گئے۔ ساڑھے نو بجے تک اکثر احباب تشریف لا چکے تھے اور دس بجے وقت مقررہ پر محترم امیر صاحب غانا اور آنریبل جوزف بوآہن آئیڈو صاحب(Hon.Joseph Boahen Aidoo) ویسٹرن ریجنل منسٹر تشریف لے آئے اور جلسہ کی باقاعدہ کارروائی مکرم امیر صاحب غانا کی زیر صدارت شروع ہوئی۔

سب سے پہلے خدام الاحمدیہ کی طرف سے گارڈز آف آنر پیش کیا گیا۔ اس کے بعد لوائے احمدیت اور غانا کا پرچم لہرایا گیا۔ غانا کا پرچم

مہمان خصوصی آنریبل ریجنل منسٹر آف ویسٹرن ریجن محترم امیر صاحب غانا کے ہمراہ کانفرنس میں تشریف لا رہے ہیں

آنریبل ویسٹرن ریجنل منسٹر نے اور لوائے احمدیت مکرم امیر صاحب نے لہرایا۔ اس ساری کارروائی کے دوران احباب جماعت کھڑے ہو کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نغمات گاتے رہے۔

اجلاس کی باقاعدہ کارروائی تلاوت قرآن مجید اور اس کے انگریزی اور فانٹی (لوکل زبان) ترجمہ کے ساتھ ہوئی۔ جس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی قصیدہ ''یاعین فیض اللہ والعرفان'' کے چند اشعار خوش الحانی سے پیش کئے گئے اور ان کا بھی انگریزی اور فانٹی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے افتتاحی خطاب فرمایا اور دعا کروائی۔ امیر صاحب نے کانفرنس کے Theme (یعنی مرکزی موضوع): Curbing Indisciplene in the Society The Role of Relgion کے تحت کہا کہ جب ہم معاشرے میں Indiscipline کی بات کرتے ہیں تو ہمیں شراب اور منشیات کے بد اثرات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ موجودہ دور کی اکثر خرابیاں جو معاشرے کی اخلاقی اور اقتصادی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ ان کی بنیادی وجہ شراب اور منشیات ہیں۔ کیونکہ شراب انسانی دماغ پر حاوی ہو کر اسے انسانی قدروں اور اچھے اور برے کی تمیز بھلا دیتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ گو ان چیزوں کو چھوڑنا آسان نہیں لیکن ناممکن بھی نہیں ہے اس لئے ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہئے اور مذہب کے ذریعہ ان چیزوں کو جڑ سے اکھیڑنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

محترم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مشنری انچارج غانا کانفرنس میں تقریر کر رہے ہیں

اس کے بعد الحاج ڈاکٹر محمد بن ابراہیم جو کہ ویسٹرن ریجن میں جماعت احمدیہ کے ریجنل صدر ہیں نے اپنی مختصر تقریر میں آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور دوران سال ریجن میں ہونے والی بعض جماعتی ترقیات کا ذکر کیا۔

اس دوران ناصرات الاحمدیہ نے اردو نظم ''ہم احمدی بچے ہیں کچھ کر کے دکھا دیں گے'' انگریزی اور فانٹی ترجمہ کے ساتھ پیش کی۔ بعدازاں مکرم الحاج آدم داؤدی سابق صدر خدام الاحمدیہ غانا نے تقریر کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں قرآن، حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں بتایا کہ احمدی نوجوانوں کو اپنی زندگیاں کس طرح گزارنی چاہئیں۔

مہمانان خصوصی محترم امیر صاحب غانا کے ہمراہ کانفرنس میں تشریف فرما ہیں

اس کے بعد مختلف مذہبی جماعتوں کی طرف سے تہنیتی پیغامات پڑھ کر سنائے گئے۔ جن میں انہوں نے جماعت کی تبلیغی، تعلیمی اور طبی سرگرمیوں کو سراہا۔ سب سے پہلے بشپ آف کیتھولک مشن ٹاکوراڈی کے نمائندہ نے پیغام پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے اپنے پیغام میں کہا کہ احمدیہ مسلم جماعت نے امن کی بحالی، طبی اور تعلیمی سہولتوں کی فراہمی اور دوسری سرگرمیاں جو انسانی ترقی میں مدد دیتی ہیں ان میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جماعت نے مذہبی رواداری اور بھائی چارے کے میدان میں دوسرے مذاہب کے ساتھ بہت محنت کی ہے اور کیتھولک مشن ان اصولوں میں جماعت کے ساتھ ہے۔

اسمبلیز آف گاڈ چرچ کے نمائندہ نے اپنا پیغام پیش کرتے ہوئے جماعت کو کامیاب کانفرنس منعقد کرنے پر مبارکباد پیش کی اور الحاج ڈاکٹر محمد بن ابراہیم ریجنل ڈائریکٹر آف ہیلتھ سروسز ویسٹرن ریجن (جو کہ جماعت احمدیہ ویسٹرن ریجن کے صدر بھی ہیں) کی محنت اور ایمانداری کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ یقین

باقی صفحہ نمبر ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں

TOWNHEAD PHARMACY

FOR ALL YOUR

PHARMAECUTICALS NEEDS

☆......☆......☆

31 Townhead Kirkintilloch

Glasgow G66 1NG

Tel: 0141-211-8257

Fax: 0141-211-8258

مسجد بشارت Osnabrueck جرمنی کا باقاعدہ افتتاح

Osnabrueck شہر کے میئر کے نمائندہ اور مختلف مذہبی، سماجی اور سیاسی جماعتوں کی افتتاحی تقریب میں شمولیت۔ ٹیلیویژن، ریڈیو اور اخبارات میں چرچا

(رپورٹ: عبد المنان ناصر۔ ریجنل امیر ویسٹ فالن جرمنی)

۲۵/اکتوبر ۲۰۰۲ء کا دن جماعت احمدیہ Osnabrueck اور ریجن Westfalen کے لئے ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت ہائے احمدیہ جرمنی کے جلسہ سالانہ پر جرمنی میں سو مساجد کی تعمیر کی بابرکت تحریک کا اعلان فرمایا تھا۔ اس سلسلہ میں Osnabrueck میں جماعت کو مسجد کی تعمیر کی توفیق عطا ہوئی۔

۱۶/دسمبر ۱۹۹۹ء کو مکرم ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب مربی ریجن Westfalen نے دعاؤں کے ساتھ اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا تھا اور ۲۵/اکتوبر ۲۰۰۲ء کو مکرم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ جرمنی نے اس کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔ اس سے قبل ۳۱/اگست ۲۰۰۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی یہاں تشریف لاچکے ہیں اور زیر تعمیر مسجد کا معائنہ فرمانے کے بعد حضور ایدہ اللہ نے یہاں نمازِ ظہر و عصر کی ادائیگی بھی فرمائی۔ اس وقت ابھی مسجد زیر تعمیر تھی اور اب جبکہ مسجد مکمل ہو گئی ہے اور شہر کی انتظامیہ کی طرف سے اس کے استعمال کی اجازت بھی ہو چکی ہے تو محترم امیر صاحب نے اس کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔

افتتاحی تقریب کا آغاز امیر صاحب جرمنی کی زیر صدارت تلاوت قرآن کریم سے ہوا اور ناصرات الاحمدیہ Osnabrueck نے جرمن زبان میں ایک ترانہ پیش کیا۔ جس کے بعد خاکسار نے مسجد کی تعمیر کی مختصر تاریخ بیان کی اور پھر Osnabrueck شہر کے میئر کے نمائندہ جناب Franz Josef Schwak نے مختصر تقریر کی جس میں انہوں نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ یہ مسجد ان کے شہر میں تعمیر ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ اس شہر میں مختلف اقوام کے لوگ مل جل کر پیار اور محبت سے رہتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کا میں شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس افتتاحی تقریب میں شمولیت کی دعوت دی۔

بعد ازاں سو مساجد کی تعمیر کے نیشنل سیکرٹری مکرم سعید گیسلر صاحب نے مختصر تقریر کی جس میں انہوں نے مسجد کی تعمیر کے مراحل کا ذکر کیا اور بتایا کہ مسجد کا زیادہ حصہ وقار عمل سے تعمیر ہوا ہے۔ اور اس مسجد میں تین ماہ سے زائد وقار عمل کرنے والوں کے نام بھی پڑھ کر سنائے جن کو بعد میں مکرم امیر جماعت ہائے احمدیہ جرمنی نے سندات خوشنودی بھی دیں۔

محترم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ جرمنی نے خطاب کرتے ہوئے قرآنی آیات کے حوالہ سے بتایا کہ مساجد اللہ تعالیٰ کا گھر اور امن کی جگہ ہوا کرتی ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے گھر امن کی ضمانت دیتے ہیں اسی طرح اسلام بھی امن کا گہوارہ ہے۔ نہ اللہ کے گھروں میں دہشت گردی کی تعلیم دی جاسکتی ہے اور نہ ہی اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے۔ دونوں ہی امن، پیار اور محبت کی تعلیم دیتے ہیں اور دونوں ہی اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ جو ان میں داخل ہوا امن میں آگیا۔ خطاب کے آخر پر محترم امیر صاحب نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

اس دن NDR ریڈیو نے بار بار مسجد کے افتتاح کی خبر کو نشر کیا اور اس بات کا بارہا ذکر کیا کہ جماعت احمدیہ اپنے پرامن عقائد کی وجہ سے دنیا میں پہچانی جاتی ہے۔ اسی دن NDR ٹیلیویژن نے بھی مسجد کے افتتاح کی خبر کو اپنی اہم خبروں میں جگہ دی اور افتتاحی تقریب کی بعض جھلکیاں دکھائیں۔ اسی طرح صدر جماعت احمدیہ Osnabrueck مکرم نصیر احمد خان صاحب کا انٹرویو نشر کیا۔ انہوں نے کہا کہ پورے عالم میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کا مقصد دنیا میں اسلام کی پرامن تعلیم کا پھیلانا اور ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' کے ماٹو پر عمل پیرا ہونا ہے۔

علاقے کے معروف اخبارات نے اپنی شہ سرخیوں میں اس کو جگہ دی۔ علاقے کے مشہور اخبار Osnabruecker Zeitung نے اپنی ۲۸/اکتوبر کی اشاعت میں یوں سرخی جمائی:۔

مسجد کی تعمیر میں بہت سے لوگوں نے حصہ لیا۔ Atterstr پر جماعت احمدیہ نے اپنی نئی مسجد کا افتتاح کیا

''(حدیث) میں آیا ہے جو اللہ کے لئے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے ویسا ہی گھر بنائے گا Osnabrueck اور اس کے گرد و نواح میں پھیلے ہوئے ۱۳۰ ممبران جماعت احمدیہ کے لئے مسجد کا افتتاح دوہری خوشی کا حامل ہے کہ ان میں سے کافی لوگوں نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔ دیوار پر ایک تحریر ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' تقریب میں شامل ۱۲۰ افراد کے لئے نصیحت کے طور پر آویزاں تھی۔ امیر جماعت احمدیہ جرمنی نے کہا کہ مسجد میں کسی قسم کا فساد نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس گھر میں اللہ کی عبادت، دعا اور سوچ بچار سے اپنی مسجد کو زندہ رکھا جائے۔ کیونکہ سماجی چیزیں بھی مثلاً مل بیٹھ کر کھانا کھانا، عورتوں، بچوں اور مردوں کا مسجد میں آنا نیز دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے اچھے تعلقات بھی مساجد کی اغراض میں شامل ہیں۔ افراد جماعت کے لئے مسجد کو زندہ رکھنا عبادت الٰہی اور بعض دوسری تقریبات کے انعقاد سے ہی ممکن ہو سکے گا۔ اس لئے جماعت کے پریس سیکرٹری جہاں زیب شاکر نے احمدیہ جماعت کے کثیر القومیتی ہونے پر زور دیا کہ اسلام میں یہ ایک اصلاحی تحریک ہے اور دوسرے مذاہب والوں کی آمد پر انہیں خوشی ہو گی۔ Franz Josef Schwak نے اپنی تقریر میں کہا کہ آہالیان Osnabrueck کی بھی یہی سوچ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ Osnabrueck میں ۱۳۰ اقوام کے لوگ رہتے ہیں اور Tag der Westfaelischen Frieden ہمیں ایسی باتوں کی یاد دلاتا ہے۔ مسجد میں ۸۰qm کا نماز کے لئے سادہ سا سفید ہال ہے۔ عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب نے بڑے اطمینان سے کہا کہ جتنی مسجد سادہ ہو گی اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو گا۔

(اخبار Osnabruecker Aeitung ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۲ء)

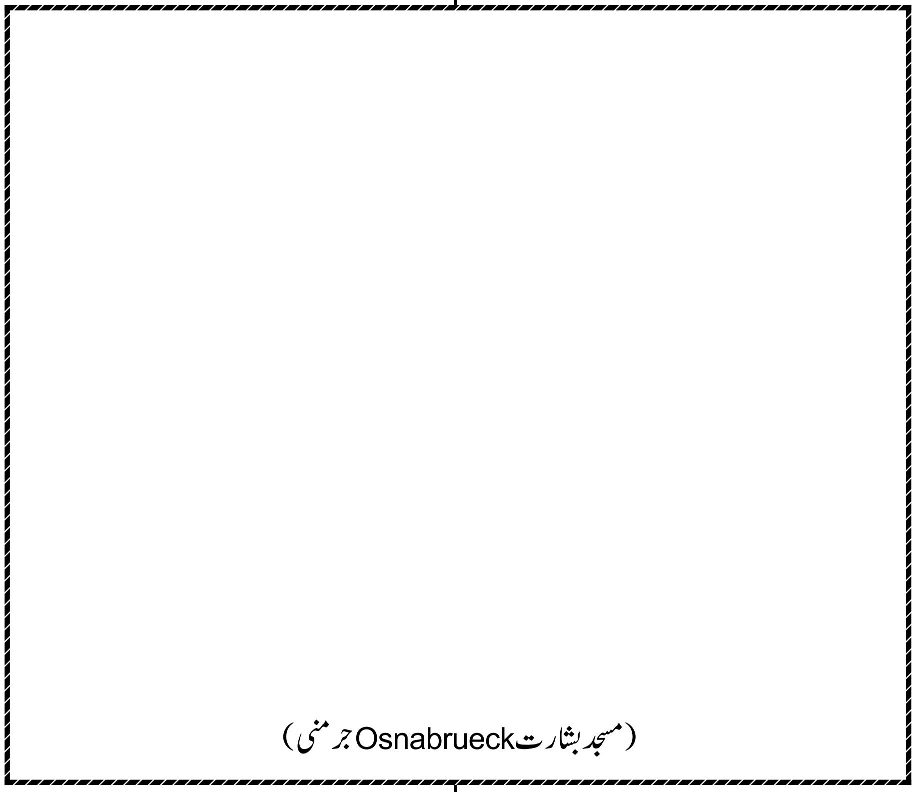

(مسجد بشارت Osnabrueck جرمنی)

اسی طرح Osnabruecker Nachrichten(Am Sonntag) اپنی ۲۷/اکتوبر کی اشاعت میں یوں رقمطراز ہے۔

مسجد آپس میں مل بیٹھنے اور امن کی جگہ ہے۔

اسلام کا مطلب امن ہے، یہ اعلان عبد اللہ واگس ہاؤزر فرانکفورٹ نے مسجد بشارت کا افتتاح کرتے ہوئے کیا۔ جو احمدی مسلمانوں نے Atterstr پر بنائی ہے۔ بشارت عربی کا لفظ ہے جس کا مطلب خوشخبری ہے۔ تین سال کے عرصے میں یہ مسجد مکمل ہوئی جس میں بڑی حد تک احمدی احباب نے خود کام کیا ہے۔ 80qm مسجد کا ہال ہے جس میں ایک خوبصورت قالین بچھا ہوا ہے جس کے لئے ۸ ماہ کا انتظار کرنا پڑا۔ یہ افتتاح ایک تقریب بن گیا جس میں سیاسی، سماجی، چرچ، مختلف اداروں نے نمائندگی اور ہمسایوں نے شرکت کی۔ Franz josef Schwak نے Osnabrueck شہر کے میئر کا پیغام پڑھ کر سنایا کہ ''ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ آپ نے یہاں ایک مسجد بنائی ہے Schwack نے چند دن پہلے ہونے والے Tag dr Offnen Moschee کی یاد دلائی جس کے ذریعہ ڈائیلاگ کا آغاز ہوا۔ صدر جماعت احمدیہ نصیر احمد خان نے کہا کہ جماعت احمدیہ کوئی بند تنظیم نہیں ہے بلکہ ہر انسان کے لئے ایک کھلے دروازے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں ہر ایک کا خوشی سے استقبال کیا جاتا ہے۔ مسجد آپس میں مل بیٹھنے اور امن کی جگہ ہے۔

بہت سے مہمانوں نے صدر جماعت احمدیہ Osnabrueck اور ریجنل امیر westfalen کا ذاتی طور پر شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آج جو تصویر اسلام کی ہمارے سامنے آئی ہے بہت ہی پیاری ہے۔ ایک خاتون یوں مخاطب ہوئیں: عیسائیت تو گزرا ہوا اور ناقابل عمل مذہب لگتا ہے مگر اسلام میں زندگی نظر آتی ہے ایک اور دوست کہنے لگے: آج کی Predigt (عبادت) بہت بھلی لگی۔ اسی طرح اور بہت سے جرمن احباب نے افتتاحی تقریب کے اس پروگرام کی بہت تعریف کی اور ہمیں مبارکباد دی۔

اس تقریب میں کیتھولک چرچ، پروٹسٹنٹ اور اورتھوڈوکس مذہبی اور سماجی تنظیموں کے علاوہ SPD کے نمائندہ جناب Ulrich Sommer بھی شریک ہوئے۔ MTA کی ٹیم کو بھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے وہ بھی اس موقعہ پر ریکارڈنگ کے لئے موجود تھی۔ اسی طرح ان تمام دوستوں کو بھی جنہوں نے کسی رنگ میں بھی مسجد کی خدمت کی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضلوں سے نوازے اور یہ گھر جن نیک مقاصد کے لئے تعمیر ہوا ہے ان کو اپنے خاص فضل سے پورا فرمائے۔

”جماعت احمدیہ کبھی بھی نقض امن کا موجب نہیں ہوئی۔

گورنمنٹ تنزانیہ اور جماعت احمدیہ کے درمیان خوشکن شراکت ہے“۔

جماعت احمدیہ تنزانیہ کے ۴۳ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر

وزیراعظم جمہوریہ تنزانیہ کی خدمت میں استقبالیہ اور وزیراعظم کا خطاب۔

(رپورٹ: مظفر احمد درانی - امیرومبلغ انچارج تنزانیہ)

جماعت احمدیہ تنزانیہ کے ۴۳ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر جناب عزت مآب وزیراعظم تنزانیہ نے شرکت کی۔ اس موقع پر خاکسار مظفر احمد درانی امیر جماعت احمدیہ تنزانیہ نے ان کی خدمت میں استقبالیہ ایڈریس پیش کیا۔ جوابی ایڈریس کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔

خطبۂ استقبالیہ

مکرم جناب Fredrick Sumaye وزیراعظم متحدہ جمہوریہ تنزانیہ، معزز خواتین و حضرات، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جناب وزیراعظم! سب سے پہلے مَیں چاہتا ہوں کہ احمدیہ مسلم جماعت کی نمائندگی میں اور ذاتی طور پر بھی تہ دل سے شکریہ ادا کروں اور آپ کو جلسے میں خوش آمدید کہوں کہ آپ اپنی تمام تر مصروفیات کو چھوڑ کر آج ہمارے ساتھ ۴۳ویں جلسہ سالانہ میں شامل ہوئے۔

جلسے کا بڑا مقصد حقوق اللہ اور حقوق العباد کی یاددہانی ہے۔

محترم وزیراعظم! سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ۱۸۸۹ء میں قادیان، انڈیا سے احمدیہ مسلم جماعت کا آغاز فرمایا تھا۔ آپ نے دعویٰ فرمایا کہ آپ وہی مسیح ہیں جس کی آمد کا وعدہ دیا گیا تھا۔ جس کی آمد کی پیشگوئی دنیا کے ہر مذہب میں پائی جاتی ہے۔ ہر مذہب میں خدا کی طرف سے آنے والے الگ الگ فرستادہ سے لوگوں کا اتحاد نہیں ہو سکتا تھا اس لئے سچ یہ ہے کہ ایک ہی شخص تمام ادیان کے لئے بھیجا جاتا۔ اور اس کے ذریعہ سے تمام ادیان کے لوگوں میں اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔ آپ مسلمانوں کے لئے مسیح اور امام مہدی ہیں، عیسائیوں کے لئے یسوع کی آمد ثانی، ہندوؤں کے لئے کرشن۔ اسی طرح دنیا کے دیگر مذاہب کے موعود رہنما ہیں۔

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A. Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

یہ جماعت یہاں ۱۹۳۴ء میں رجسٹرڈ ہوئی تھی۔ اس وقت سے دن بدن پھیلتی اور ترقی کرتی جارہی ہے۔ اب اس جماعت کی شاخیں تمام صوبوں کے اکثر مقامات پر پائی جاتی ہیں جن کے نمائندگان اس وقت آپ کے سامنے بیٹھے ہیں اور مستورات پردہ کے پیچھے ہیں۔

اس وقت احمدیہ مسلم جماعت دنیا کے ۱۷۶ ممالک میں پائی جاتی ہے جہاں یہ صحیح اسلامی تعلیمات کے پھیلانے میں کوشاں ہے۔ جن میں مساجد، اسلامی سکولز اور مراکز، احمدیہ مسلم ٹیلی ویژن کا اجراء جہاں ۲۴ گھنٹے مختلف زبانوں میں اسلامی تعلیمات نشر کی جاتی ہیں۔ اس جماعت کی

۴۳ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر امیر صاحب تنزانیہ، وزیراعظم تنزانیہ کا استقبال کر رہے ہیں

دیگر کارگزاری میں ہسپتالوں اور سکولوں کا قیام و اجراء ہے اور مختلف زبانوں میں دینی کتب کی اشاعت ہے جن کا مقصد جہالت کو ختم کرنا ہے اور دنیا کے مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان مفاہمت پیدا کرنا ہے۔

جناب وزیراعظم! مَیں آپ کو پوری خوشی سے بتا رہا ہوں کہ احمدیہ مسلم جماعت ہی وہ واحد جماعت ہے جو صحیح اسلامی تعلیمات کی ترویج کر رہی ہے اور یہ کہ جس کا ایک امام ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جس کا ساری دنیا میں احترام ہے کیونکہ یہ جماعت دین اور سیاست کو مدغم نہیں کرتی۔ تنزانیہ میں بھی ہمارا طریقہ یہی ہے۔

جناب وزیراعظم! ہمارا مشہور نعرہ جو ہمارے سارے کاموں پر حاوی ہے یہ ہے کہ "Love for all Hatred for None" یعنی محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں۔

اسی بنا پر ہم نے ساری دنیا میں اور اس ملک میں بھی امن وامان کے ساتھ تبلیغ کی ہے۔ اگرچہ بعض اوقات ہماری تبلیغ دوسروں کے عقائد سے ٹکراتی ہے اس کے باوجود کبھی بھی ہم نقض امن کا موجب نہیں بنے۔

یہاں ہم تنزانیہ کی گورنمنٹ کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں جس نے اپنے تمام شہریوں کو مذہبی آزادی دے رکھی ہے اور یہ کہ اپنے شہریوں کے عقائد میں دخل اندازی نہیں کرتی۔ پس ہم مطمئن ہیں اور ملک میں پائی جانے والی مذہبی آزادی کی قدر کرتے ہیں۔ اور اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ احمدیہ مسلم جماعت اپنی گورنمنٹ کی وفادار رہے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ”اے ایماندارو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے فرمانرواؤں کی بھی اطاعت کرو“۔ (النساء:۶۰)

اسی طرح ہم ملک کی ترقی واستحکام کے لئے اپنی گورنمنٹ کے شانہ بشانہ چلیں گے جیسا کہ ہمارا ریکارڈ بتاتا ہے کہ احمدیوں نے آزادیٔ وطن میں بھرپور حصہ لیا۔ یہ ہمارے لئے عزت و فخر کا مقام ہے کہ جس فرد نے متحدہ جمہوریہ کا نام ”تنزانیہ“ "Tanzania" تجویز کیا وہ ایک احمدی تھا یعنی محمد اقبال ڈار صاحب۔

اسی طرح شیخ امری عبیدی کالوٹہ صاحب جو احمدیہ مسلم جماعت کے مبلغ تھے، جو آزادی کے بعد دارالسلام شہر کے پہلے میئر بنے، جو تمدن، ترقی اور قانون کے وزیر رہے، نے دو لفظ ایجاد کئے۔ State House کے لئے "Ikulu" اور پارلیمنٹ کے لئے سواحیلی لفظ Bunge دریافت کیا۔ اس لئے ہم اس ملک کی حفاظت کرتے رہیں گے اور اس کی قدر بڑھاتے رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

محترم وزیراعظم! ہم ایک بار پھر آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہماری جماعت ایک امن پسند جماعت ہے اور ہمیشہ گورنمنٹ اور دوسری امن پسند جماعتوں کے ساتھ صف اول میں شریک رہی ہے اور یہی ہماری جماعت کے قیام کا بنیادی مقصد ہے۔ ایسا ہم اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ جماعت ان صحیح اسلامی تعلیمات کو دنیا میں دوبارہ رائج کرنے کے لئے مامور ہوئی ہے جنہیں لے کر محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تھے۔ اور اسلام کے معنی ہی امن وامان ہے۔

ان حالات میں ہم اپنی گورنمنٹ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ قیام و دوام امن میں صف اوّل میں نظر آئیں گے۔ ملک میں قیام امن اسی طرح پوری دنیا میں استحکام امن کے لئے گورنمنٹ ہمیں جماعت نمبر ایک شمار کر سکتی ہے۔

وہ لوگ جو اسلام کے نام پر دنگا فساد کرتے اور بدامنی اور انتشار کا موجب ہیں وہ اسلام کے صحیح پیروکار نہیں ہیں بلکہ اپنی ہوا و ہوس کے پیروکار ہیں اور ہمارا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

ان چند تعارفی کلمات کے بعد میری آپ کی خدمت میں درخواست ہے کہ آپ اپنے آپ کو امن پسند لوگوں میں بیٹھا محسوس کریں اور ہم آپ کو پوری عزت واحترام سے خوش آمدید کہتے ہوئے آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ حاضرین جلسہ کو اپنی نصائح سے نوازیں۔ براہ کرم تشریف لائیں۔

اس استقبالیہ کے بعد جناب وزیراعظم جمہوریہ تنزانیہ نے حاضرین جلسہ سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا:

مکرم امیر و مبلغ انچارج احمدیہ مسلم جماعت تنزانیہ، عہدیداران وحاضرین جلسہ، احباب و خواتین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سب سے پہلے مَیں آپ کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے جلسہ سالانہ میں شرکت کی دعوت دی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس جلسے کا مقصد حقوق اللہ اور حقوق العباد کی یاددہانی ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ احمدیہ مسلم جماعت یہاں نصف صدی سے زائد عرصہ سے پائی جاتی ہے اور یہاں ملک میں آپ کی شاخیں ہر جگہ موجود ہیں جیسا کہ آپ دنیا کے ۱۷۵ ممالک میں پائے جاتے ہیں، آپ کو مَیں مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے بہت سے تنزانین تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ یقیناً دین تعمیر وطن میں اس وقت مددگار ہوتا ہے جب ملک کا قانون مذہبی آزادی فراہم کرتا ہے۔ مَیں آپ کو بہت بہت مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کلام اللہ کی اشاعت کر رہے ہیں اور لوگوں کی روحانی اور جسمانی لحاظ سے تعمیر کر رہے ہیں۔

آپ کی جماعت ان تنظیموں میں سے ہے جو ملک میں امن وامان کو قائم اور رائج کرتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ جماعت احمدیہ نے کبھی کسی ایسی تحریک میں حصہ نہیں لیا جو ملک میں نقض امن کا موجب ہو۔ مَیں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کی جماعت خدمت خلق کے کاموں میں مشغول ہے جیسا کہ علم، صحت اور پانی کی فراہمی وغیرہ۔ مَیں اس بات کو سراہتے ہوئے آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

تعمیر وطن میں آپ کی شرکت کو گورنمنٹ قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور گورنمنٹ آپ کو دعوت دیتی ہے کہ ایسی خدمات اور سکیمیں شروع کریں جس سے زیادہ سے زیادہ شہری فائدہ اٹھا سکیں۔

جناب امیر صاحب! آپ کا نعرہ ”محبت سب

کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' ایک امن کی دعوت ہے جو اس قابل ہے کہ تمام لوگ اسے قبول کریں۔ ان دنوں جنگ اور قتل وغارت کے دن ہیں۔ افریقہ کے بعض ممالک اور دوسری دنیا بھی اس کا شکار ہے جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ امن و امان کی اپنی ایک لذت ہے اور تمام انسانوں کے نزدیک اس کی قدر وقیمت ہے۔ امن ہی ہمیں یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم بغیر خوف کے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرسکیں۔ اسی سے ہی عبادت اور تعمیر وترقی کے کاموں کی بجاآوری ہو سکتی ہے۔ پس امن کا پیغام اور اس کی حفاظت آج ہم سب کا فرض ہے۔ آئیں ہر اس علامت اور بیج کو ختم کردیں جو معاشرے میں نفرت کا موجب ہے۔ قبل اس کے کہ دوسرے ملکوں کی طرح یہاں بھی نفرت کی آگ بھڑک اٹھے اسے پہلے ہی ختم کردیں۔

مکرم مظفر احمد درانی صاحب امیر جماعت احمدیہ تنزانیہ وزیر اعظم تنزانیہ کو حدیقۃ الصالحین کا سواحیلی ترجمہ پیش کررہے ہیں۔

اے مومن بھائیو! معاشی، اجتماعی اور سیاسی تبدیلیوں کی وجہ سے وہ تعلیمات مفقود ہو رہی ہیں جو مقدس کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔ اس وقت ہمیں جن بڑے مسائل کا سامنا ہے ان میں نشہ آور ادویات، رشوت، ڈکیتی وچوری شامل ہیں۔ اسی طرح ایڈز کا مرض ہے جسے کنٹرول کرنے کی سمجھ نہیں آرہی۔ اس مرض کی بڑی وجہ دینی تعلیمات سے لاپرواہی اور غفلت ہے۔ اس لئے مذہبی لوگوں کا فرض ہے کہ وہ تعلیم وتربیت کے ذریعہ معاشرے کی مدد کریں اور لوگوں کو ان مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کریں تاکہ ہمارا معاشرہ ان عیوب سے پاک ہوجائے۔

ایڈز کا مرض ہر تنزانین سے متعلق ہے۔ جو اس مرض کا شکار ہیں آخر وہ کسی نہ کسی دین سے وابستہ ہیں۔ اس لئے ہم مذہبی اور سیاسی راہنماؤں کا فرض ہے کہ ہم اپنے ساتھی تنزانین کو یہ یاد دلاتے رہیں کہ ایڈز کے مرض کی کوئی دوا نہیں۔ اس سے بچاؤ کا صرف یہ ذریعہ ہے کہ ان اسباب سے بچا جائے جو ایڈز کا موجب ہیں۔ یعنی بے راہروی کی زندگی سے توبہ کی جائے۔ جب آپ ایسے جلسوں میں اکٹھے ہوتے ہیں تو اس یاددہانی کو ضرور سمجھائیں۔ ہمارے بہت سے شہری فوت ہو رہے ہیں جس سے بہت سے بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ ان مریضوں کا علاج بہت مشکل اور مہنگا ہے۔ جو انفرادی طور پر خاندانوں کے لئے بلکہ اجتماعی طور پر بھی بہت مشکل ہے اس لئے ہر شخص کو اس سے آگاہ کیا جائے۔ پس بغیر کسی خوف اور شرم کے اس بیماری کے نقصانات سے قوم کو آگاہ کریں تاکہ ان مصائب کا مقابلہ کرسکیں۔ اس ہچکچاہٹ کی وجہ سے ہی آج تنزانیہ مشرقی افریقہ کے ملکوں میں ایڈز کی مرض میں صف اوّل میں ہے۔ سواحیلی لوگ کہتے ہیں کہ جو مرض کو چھپاتا ہے اس کی موت کا رونا دھونا اس کی سابقہ مرض کو ظاہر کر دیتا ہے۔

ایک اور بات ایڈز کے مریضوں، ان کے یتیموں اور بیوگان کی امداد کی ہے۔ ان مریضوں سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی ہر طرح مدد کریں اور مرض کے خوف کو دل سے نکال کر ان کی خدمت کریں۔ میری درخواست ہے کہ آپ کی جماعت اس میدان میں قابل تقلید مثال قائم کرے۔ جیسا کہ یہ دوسرے امور میں ایک نمونہ ہے۔

مکرم امیر صاحب! ہمارا ملک اس کوشش میں ہے کہ ہر تنزانین کو خوشحال دیکھے جس سے شہری خود بھی مستفید ہوں گے اور ملکی ترقی میں بھی حصہ لے سکیں گے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنے احباب جماعت اور دوسرے لوگوں کو بھی اس بات پر تیار کرتے رہیں گے کہ لوگ محنت اور ایمانداری سے کام کریں تاکہ ملک سے غربت کا خاتمہ ہوسکے۔

مَیں اس بات پر بھی زور دینا چاہتا ہوں جس کو آپ سمجھتے ہیں کہ ہر شہری کو سکون حاصل ہو۔ ہماری گورنمنٹ کسی مذہب سے تعلق نہیں رکھتی اس لئے ہر شہری کو آزادی ہے کہ وہ اپنے ایمان کے مطابق عمل کرے۔

گورنمنٹ کی بھرپور کوشش ہے کہ وہ بغیر کسی تعصب کے تمام ادیان کے لوگوں سے شراکت رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکاری لیڈر مختلف مذاہب اور جماعتوں کے پروگرام میں شامل ہوتے ہیں۔ ایسا اس لئے ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ مختلف مذاہب کے پیروکار آخر تنزانیہ کے ہی شہری ہیں اور ان کے حالات سے آگاہ ہونا ہمارا فرض ہے۔

جناب امیر صاحب! آخر پر میری درخواست ہے کہ آپ اپنی جماعت کے سربراہ اعلیٰ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو میرا سلام دیں اور ان سے درخواست کریں کہ آپ ہمارے ملک میں امن و سکون کے قیام ودوام کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔

مکرم امیر صاحب! مجھے یہ بھی خبر پہنچی ہے کہ آپ کی ٹرانسفر پڑوسی ملک کینیا میں ہو رہی ہے۔ مَیں گورنمنٹ کی طرف سے آپ کا بیحد شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنی جماعت اور گورنمنٹ کے درمیان ایک مضبوط تعلق کو قائم کیا ہے اور یہ کہ آپ نے اپنے احباب جماعت میں اتحاد اور محبت کو رواج دیا ہے۔ مَیں آپ کو نئے سنٹر کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بے شمار برکتوں سے نوازے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسے کو بہت کامیاب فرمائے اور ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ میری تقریر سننے کا بہت بہت شکریہ''۔

دنیائے مذاہب

اینگلیکن چرچ نے طلاق شدگان کے لئے دروازے کھول دیئے

(خالد سیف اللہ خان۔ آسٹریلیا)

خبر آئی ہے کہ چرچ آف انگلینڈ کی انتظامیہ نے طلاق شدگان کو استثنائی حالات میں دوبارہ چرچ میں شادی کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ General Synod نے ۱۱۰ کے مقابلہ میں ۳۰۸ ووٹوں سے پہلا قانون تبدیل کردیا جس میں کہا گیا تھا کہ چرچ کسی ایسی شادی کا اعلان نہیں کرے گا جس کا پہلا خاوند یا بیوی زندہ ہو۔ تاہم یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے ہر ایک کے لئے ایک عام اجازت نہ سمجھا جائے بلکہ اسے پادری کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ پہلے اس کو حالات بتائے جائیں اور وہ اگر چاہے تو شادی کرنے سے انکار بھی کرسکتا ہے۔

اخبار مزید لکھتا ہے کہ مطلقہ افراد کی شادی سے پابندی اٹھانے کی وجہ سے میڈیا میں یہ بحث چھڑ گئی ہے کہ یہ فیصلہ پرنس چارلس اور کیمیلا پارکر باولز (Camilla Parker Bowles) کی باہم شادی کی اجازت دینے کی غرض سے کیا گیا ہے کیونکہ وہ دونوں طلاق یافتہ ہیں۔ (سڈنی مارننگ ہیرلڈ ۱۶ / نومبر ۲۰۰۲ء)

اس خبر میں ایک عام قاری کے لئے دلچسپی کی بات یہ ہے کہ یہ فیصلہ انجیل کے واضح احکام کے خلاف نظر آتا ہے اور اس بات کا اقرار ہے کہ وہ تعلیم تمام حالات میں قابلِ عمل نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ یسوع نے کہا ''جو بھی اپنی بیوی کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے شادی کرے گا وہ اس سے زنا کا مرتکب ہو گا۔ اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کو طلاق دے کر کسی دوسرے مرد سے شادی کرے گی وہ زنا کا ارتکاب کرے گی'' (ترجمہ New Testament version of Holy Bible, Mark. 10:11-12)

''موسیٰ نے تمہیں طلاق دینے کی اجازت اس لئے دی تھی کہ: تمہارے دل تب سخت تھے۔ لیکن شروع سے یہ طریق نہ تھا۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جو بھی اپنی بیوی کو ازدواجی بیوفائی کے علاوہ کسی وجہ سے طلاق دیتا ہے اور دوسری عورت سے شادی کرتا ہے وہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے''۔ (Mathew 19:8-9)

''لیکن میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ جو بھی اپنی بیوی کو ازدواجی بے وفائی کے علاوہ طلاق دیتا ہے وہ اس عورت کو زانیہ بناتا ہے اور جو کسی مطلقہ عورت سے شادی کرتا ہے وہ زنا کرتا ہے''۔ (Mathew 5:32)

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔ (مینجر)

F0ZMAN FOODS

A LEADING
BUYING GROUP
FOR GROCERS
AND C.N.T.SHOPS
2- SANDY HILL ROAD
ILFORD, ESSEX

TELEPHONE
0181-553-3611

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ ربوہ
☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

بقیہ:حضرت مسیح موعودؑ کا سفر جہلم از صفحہ نمبر۴

سب کو مخاطب کرتے ہوئے پنجابی میں کہا کہ کرم دین بڑا بے وقوف ہے مقدمہ کرکے (حضرت)مرزا صاحب کو جہلم بلایا۔ دیکھو کئی سو بندے مرزائی ہوگئے اور ابھی بڑی تیزی سے لوگ مرزائی ہوئے جارہے ہیں۔ اگر ایک بار پھر مرزا صاحب جہلم آئے تو جہلم میں اہل سنت والجماعت کا ایک فرد بھی نظر نہیں آئے گا"۔

(اصحاب احمدؑ جلد دہم صفحہ ۲۵۳۔۲۵۵ از صلاح الدین ملک ایم اے۔ناشر احمدیہ بک ڈپو ، ربوہ پاکستان ۱۹۶۱ء)

☆☆......☆......☆☆

حضرت میاں فیروز الدین

صاحب رضی اللہ عنہ ولد میاں گلاب دین صاحب سیالکوٹ قوم راجپوت کی روایت ہے:۔

"میں جہلم بھی حضور کے ساتھ گیا تھا۔اس سفر میں بھی رستہ میں بے شمار مخلوق تھی۔ جب جہلم پہنچے تو دو یورپین لیڈیوں نے پوچھا کہ یہ ہجوم کیسا ہے۔ کسی دوست نے کہا کہ مسیح موعود علیہ السلام آئے ہیں۔ انہوں نے (کہا) ذرا ہٹ جاؤ، ہم فوٹو لینا چاہتی ہیں۔ چنانچہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور انہوں نے فوٹو لے لیا۔ صبح تاریخ تھی تمام کچہری میں چھٹی ہو گئی ۔ صرف اس مجسٹریٹ کی عدالت کھلی رہی جس میں حضور علیہ السلام نے جانا تھا۔

(رجسٹر روایات صحابہ جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۱)

☆☆......☆......☆☆

حضرت حاجی محمد الدین صاحب

تہالوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:۔

"ایک مقدمہ کے سلسلے میں حضور علیہ السلام ۱۹۰۳ء میں جہلم تشریف لائے تو پہلی مرتبہ میں نے آپ کی زیارت کی جبکہ عدالت سے باہر احاطہ کچہری میں کثرت سے لوگ جمع تھے آپ حلقۂ خدام میں اندر کرسی پر بیٹھ کر تقریر فرما رہے تھے اور حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہید صاحب کابلی آپ کے کلمات سن کر زور زور سے رو رہے تھے وہ نظارہ عجیب پُر کیف تھا۔ اب بھی یاد آتا ہے تو رقت طاری ہوجاتی ہے۔ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔ دل چاہتا تھا کہ جان و مال سب حضور پر نثار کردوں ۔ اس زمانہ میں احمدیوں کی مخالفت کا سماں بھی مدنظر تھا مگر حضور کی تقریر اور اس نظارہ سے میں ایسا متاثر ہوا کہ بیعت کیے بغیر واپس لوٹنا محال ہوگیا۔ بیعت کرلینے پر بعض شرپسندوں نے رستہ ہی میں قتل کی دھمکیاں دینی شروع کردیں۔ مگر خدا کے فضل سے سخت مخالفت میں بھی کبھی پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ بلکہ اخلاص میں ترقی ہوئی"

(رجسٹر روایات نمبر ۱۳، صفحہ ۱۸۳۔۱۸۴)

☆☆......☆......☆☆

یہ حقیقت ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جہلم میں رونق افروز ہونے اور لوگوں کا آپ کی طرف پروانوں کی طرح کھنچے چلے آنے کا نظارہ ایسا حسین اور ایمان افروز تھا کہ ہمارا تصور بھی اس تصویر کو صحیح طرح نہیں کھینچ سکتا لیکن صحابہ کرام کی روح پرور روایات سے اس بات کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے امام کے ساتھ اُرِیْکَ بَرَکَاتٍ مِّنْ کُلِّ طَرَفٍ کے الفاظ میں کئے گئے وعدے کو جلد ہی پورا کر دکھایا اور برکات کا نزول اس کثرت سے ہوا کہ وہ لوگ جو محض زیارت کے لئے آئے تھے اور بیعت کرنے کا کوئی خاص ارادہ نہ تھا وہ بھی ان حسین نظاروں کو دیکھ کر اپنا دل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں رکھنے کے سوا کچھ نہ کرسکے۔

پھر نزول برکات کا ایک نظارہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی دکھایا کہ حضور علیہ السلام اس مقدمے میں سرخرو ہوئے اور کرم دین نے ناکامی کا منہ دیکھا۔ غرضیکہ برکات الٰہی اور عنایات خداوندی کے دلکش اور روح پرور نظارے دیکھ کر عاشقانِ خدا اس کے حضور سربسجود تھے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس سفر کو اپنی صداقت کا ایک نشان قرار دیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"جب میں...... کرم دین کے فوجداری مقدمہ کی وجہ سے جہلم میں جا رہا تھا تو راہ میں مجھے الہام ہوا اُرِیْکَ بَرَکَاتٍ مِّنْ کُلِّ طَرَفٍ یعنی ہر ایک پہلو سے تجھے برکتیں دکھلاؤں گا اور یہ الہام اُسی وقت تمام جماعت کو سنا دیا گیا بلکہ اخبار الحکم میں درج کرکے شائع کیا گیا۔ اور یہ پیشگوئی اس طرح پر پوری ہوئی کہ جب میں جہلم کے قریب پہنچا تو تخمیناً دس ہزار سے زیادہ آدمی ہوگا کہ وہ میری ملاقات کے لئے آیا اور تمام سڑک پر آدمی تھے اور ایسے انکسار کی حالت میں تھے کہ گویا سجدے کرتے تھے اور پھر ضلع کی کچہری کے ارد گرد اس قدر لوگوں کا ہجوم تھا کہ حکام حیرت میں پڑ گئے۔ گیارہ سو آدمیوں نے بیعت کی اور قریباً دو سو کے عورت بیعت کرکے اس سلسلہ میں داخل ہوئی اور کرم دین کے مقدمہ جو میرے پر تھا خارج کیا گیا اور بہت سے لوگوں نے ارادت اور انکسار سے نذرانے دیئے اور تحفے پیش کئے اور اس طرح ہم ہر ایک طرف سے برکتوں سے مالا مال ہوکر قادیان میں واپس آئے اور خدا تعالیٰ نے نہایت صفائی سے وہ پیشگوئی پوری کی"۔

(حقیقۃ الوحی ، روحانی خزائن جلد ۲۲، صفحہ نمبر۲۶۳۔۲۶۴)

آپ مزید فرماتے ہیں:

"راستہ میں لاہور سے آگے گوجرانوالہ اور وزیر آباد اور گجرات وغیرہ اسٹیشنوں پر اس قدر لوگ ملاقات کے لئے آئے کہ اسٹیشنوں پر انتظام رکھنا مشکل ہوگیا۔ ٹکٹ پلیٹ فارم ختم ہونے کی وجہ سے لوگ بلا ٹکٹ پلیٹ فارم پر چلے گئے اور بعض مقامات پر گاڑی کو کثرت ہجوم کی وجہ سے زیادہ دیر تک ٹھہرایا گیا اور نہایت نرمی سے زائروں کو ملازمین ریل نے گاڑی سے علیحدہ کیا۔ بعض جگہ کچھ دور تک لوگ گاڑی کو پکڑے ہوئے ساتھ چلے گئے خوف تھا کہ کوئی آدمی نہ مرجاوے۔ ان واقعات کو مخالف اخباروں نے بھی مثل پنجۂ فولاد کے شائع کیا تھا"۔(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد۲۲، صفحہ ۲۶۴ حاشیہ)

المختصر اُرِیْکَ بَرَکَاتٍ مِّنْ کُلِّ طَرَفٍ کی عظیم الشان خوشخبری جو خدا تعالیٰ نے سفر جہلم کے آغاز میں دی تھی اس شان سے پوری ہوئی کہ اپنے اور بیگانے سبھی دنگ رہ گئے اور خدا نے اپنی غیبی تائید کا عظیم الشان نشان دکھایا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر میرے مقابل پر تمام دنیا کی قومیں جمع ہوجائیں اور اس بات کا بالمقابل امتحان ہو کہ کس کو خدا غیب کی خبریں دیتا ہے اور کس کی دعائیں قبول کرتا ہے اور کس کی مدد کرتا ہے اور کس کے لئے بڑے بڑے نشان دکھاتا ہے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہی غالب رہوں گا۔ کیا کوئی ہے کہ اس امتحان میں میرے مقابل پر آوے۔ ہزارہا نشان خدا نے محض اس لئے مجھے دیئے ہیں کہ تا دشمن معلوم کرے کہ دین اسلام سچا ہے۔ میں اپنی کوئی عزت نہیں چاہتا بلکہ اس کی عزت چاہتا ہوں جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں"

(حقیقۃ الوحی ۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲)

بقیہ: رپورٹ کانفرنس غانا از صفحہ نمبر ۹

رکھتے ہیں کہ ان کی شخصیت کے یہ پہلو ان کے عقیدہ کی وجہ سے ہیں۔

بعد ازاں چیرمین کرسچن کونسل آف غانا ٹاکوراڈی برانچ نے اپنا پیغام پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے اپنے پیغام میں کہا کہ وہ اس کانفرنس میں اپنی موجودگی کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ کانفرنس دوسرے اجتماعات کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس کانفرنس کی کارروائی میں ہم اپنی زندگیوں کو کانفرنس کے Theme کے مطابق بنانے کی کوشش کریں گے۔

سب سے آخر پر ریجنل منسٹر آف ویسٹرن ریجن آنریبل جوزف بوآہن ایڈو صاحب نے تقریر کی۔ انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات اس بات کی صاف گواہی دیتی ہیں کہ احمدی مسلمانوں اور دوسرے مسلمانوں میں ایک نمایاں فرق ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کا مطلب ہے امن لیکن بعض لوگ اسے غلط طریقے پر استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے اس وقت یہ احمدی مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ نہ صرف خود اپنی تعلیمات پر عمل کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں تا کہ امن قائم ہوسکے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آنریبل منسٹر صاحب بغیر کسی ڈرائیور اور محافظ کے کانفرنس میں اکیلے ہی تشریف لائے۔ جب ان سے وجہ پوچھی گئی کہ کیوں خلاف معمول ایسا ہوا ہے تو انہوں نے سادگی سے جواب دیا کہ "بس میں اس کانفرنس میں آنا چاہتا تھا اس لئے آ گیا ہوں"۔

کانفرنس کے آخر پر مکرم و محترم امیر صاحب غانا نے کچھ اختتامی کلمات کہے اور دعا کروا کر کانفرنس کا باقاعدہ اختتام فرمایا۔ اس کے بعد تمام مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا اور نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد تمام احباب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ کانفرنس کی کل حاضری ۱۳۲۸ رہی۔

میڈیا کوریج

اس کانفرنس کی نہ صرف ویسٹرن ریجن میں بلکہ قومی سطح پر پبلسٹی کی گئی۔ غانا ٹیلیویژن نے اپنی سات بجے کی خبروں میں کانفرنس کی خبر دی اسی طرح غانا ریڈیو نے اپنی چھ بجے کی خبروں میں کانفرنس کا ذکر کیا۔ نیز ایک پروگرام Ghana Today پر بھی ویسٹرن ریجن کی اہم خبر کے طور پر اس کو پیش کیا گیا۔ علاوہ ازیں ویسٹرن ریجن کے تینوں لوکل FM یعنی Twin city FM , Sky Power FM, Good News FM نے بھی بھرپور طریقے پر کانفرنس کی خبر اور کارروائی کے بعض حصوں کو نشر کیا۔

قیام نماز

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ ایک شام مجھے نبی کریم ﷺ کا مہمان ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضور ﷺ نے میرے لئے گوشت کا ایک ٹکڑا بھنوایا پھر حضور ﷺ چھری لے کر اس کے ساتھ گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر مجھے دینے لگے۔ ہم کھانا کھا رہے تھے کہ حضرت بلالؓ نے آکر نماز کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے چھری ہاتھ سے رکھ دی اور فرمایا اللہ بلال کا بھلا کرے اس کو کیا جلدی ہے (کچھ انتظار کیا ہوتا) اور نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

(ابوداؤد کتاب الطہارۃ ۔ باب ترک الوضوء)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع ہوتے ہیں۔ اپنے خطوط میں مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

محترم شیخ بشیر احمد صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۱۱/ مئی ۲۰۰۲ء میں ممتاز قانون دان اور لاہور ہائی کورٹ کے سابق جج مکرم شیخ بشیر احمد صاحب کا ذکر خیر اُن کی بیٹی مکرمہ نعیمہ جمیل صاحبہ کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

محترم شیخ بشیر احمد صاحب کی پیدائش حضرت شیخ مشتاق حسین صاحبؓ کے ہاں ۲۳/ اپریل ۱۹۰۲ء کو ہوئی۔ اوائل عمر سے دینی و دنیاوی تعلیم کی طرف راغب تھے۔ دوران تعلیم احمدیہ ہوسٹل لاہور میں بھی مقیم رہے۔ B.A. آنرز کرنے کے بعد وکالت کا امتحان پاس کیا اور پریکٹس شروع کردی۔ دیوانی مقدمات میں آپ کا شمار چوٹی کے وکلاء میں ہوتا تھا۔ دورانِ وکالت چار سال تک ہائی کورٹ کے جج رہے۔ ۱۹۶۰ء میں سیرالیون میں ہونے والی ایک کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کی اور واپسی پر حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

آپ کے بارہ میں اُس وقت کے چیف جسٹس سردار محمد اقبال صاحب نے کہا کہ مرحوم کی قوت فیصلہ، مشکلات اور مسائل کے سمجھنے کی زبردست اہلیت اور مکمل لگن کے ساتھ کام کرنے کے جذبہ نے انہیں اپنے ساتھیوں میں بے حد مقبول بنادیا تھا، وہ سب میں رہتے ہوئے بھی منفرد حیثیت کے حامل تھے۔ اُن کی عدالتی خدمات ہمارے لئے مثالی ورثہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہوں نے آئینی امور اور سول معاملات پر درخشاں روایات چھوڑی ہیں، ان کے فیصلے آنے والے وکلاء اور جج صاحبان کیلئے مشعل راہ ثابت ہوں گے...... ملک ایک قانون دان اور سب سے بڑھ کر ایک خلیق، باوفا اور دردمند ہستی سے محروم ہوگیا ہے۔

آپ کی وفات پر اخبار ''نوائے وقت'' نے لکھا کہ اس سفید ریش نیک سیرت بلند کردار بزرگ سے ہمیں شرف نیاز حاصل تھا اور ہم اُنہیں ایک ایسے انسان کی حیثیت سے جانتے تھے جس کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔ جس کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں تھا۔ جو دین سے حد درجہ لگاؤ رکھتا تھا۔ جو عشق رسولؐ کے جذبہ سے ہمیشہ سرشار رہا......۔

آپ سالہا سال صدر انجمن احمدیہ کے ممبر رہے، اٹھارہ برس تک لاہور کے امیر جماعت رہے، دارالقضاء بورڈ کے قاضی اور صدر بھی رہے۔ آپ کو آل انڈیا نیشنل لیگ کا پہلا صدر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ کشمیری مسلمانوں کے مقدمات کی مفت پیروی کرتے رہے۔ ملکانہ، شدھی اور کشمیر کی تحریکوں میں علمی خدمات سرانجام دیں۔ انگریزی اور اردو کے بہترین مقرر تھے۔ باؤنڈری کمیشن میں حضرت چودھری محمد ظفراللہ خانصاحبؓ کے معاون رہے۔ حضرت مصلح موعودؓ جب حضرت سیدہ امّ طاہر صاحبہؓ کی علالت کے ایام میں لاہور میں محترم شیخ صاحب کے ہاں قیام فرماتھے تو حضورؓ کو خداتعالیٰ کی طرف سے مصلح موعود ہونے کی خبر دی گئی۔

حضرت شیخ صاحب کو خدمت دین کا بہت شوق تھا۔ دین کو ہمیشہ دنیا پر مقدم رکھا۔ اپنی رخصت کے ایام قادیان میں اور بعد میں ربوہ میں گزارتے۔ نمازوں کو سنوار کر پڑھتے اور ہر کسی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے۔ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی زیادتی کرے تو یہ سوچنا کہ اُس کے پاس دینے کو کچھ اَور نہیں تھا۔ رشتہ داروں کے علاوہ ملازمین سے بھی بہت مشفقانہ تعلق رکھا۔

۱۹۵۳ء میں آپ کو اسیر راہ مولیٰ بننے کی سعادت بھی ملی۔ یکم اپریل ۱۹۷۳ء کو لاہور میں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں کئی ممتاز قانون دان حضرات، پنجاب اسمبلی کے سپیکر، ہائی کورٹ کے جج اور دیگر معززین شامل ہوئے۔ آپ موصی تھے۔ تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ خاص میں ہوئی۔

بحیرہ مردار

اردن اور اسرائیل کے درمیان میں دریائے اردن کے دہانہ پر واقع ایک بہت بڑی جھیل ہے جو چارسو مربع میل کے علاقہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی لمبائی پچاس میل اور زیادہ سے زیادہ چوڑائی گیارہ میل ہے۔ یہ جھیل بحیرہ مردار (The Dead Sea) کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بارہ میں ایک معلوماتی مضمون روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۲۹/ جولائی ۲۰۰۲ء میں مکرم پروفیسر طاہر احمد نسیم صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

بحیرہ مردار کا ساحل سطح سمندر سے ۱۳۱۰ فٹ نیچے ہے اور یہ زمین کا سب سے گہرا نشیبی علاقہ ہے اور اسی طرح یہ دنیا کا سب سے کڑوا پانی ہے جس کی کڑواہٹ سمندری پانی سے نوگنا زیادہ ہے، اگرچہ پانی دیکھنے میں شفاف اور چمکدار ہے۔ کڑواہٹ کی وجہ سے یہاں حیواناتی اور نباتاتی زندگی تقریباً مفقود ہے اور سوائے Shrimp کے اَور کوئی جانور اس میں نہیں ملتا۔ دراصل یہ جھیل زمین کی سطح پر پیدا ہونے والی ایک بہت بڑی دراڑ جسے Fault کہا جاتا ہے، کے اندر پانی بھرنے سے پیدا ہوئی ہے۔ اگرچہ دریائے اردن اور کچھ چھوٹی ندیاں اس میں تازہ پانی ڈالتی رہتی ہیں لیکن جو پانی بخارات بن کر اُڑتا ہے وہ تازہ پانی کی نسبت کم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس جھیل کا پانی روز بروز کم اور زیادہ کڑوا ہوتا چلا جارہا ہے۔ حد سے زیادہ نمکین ہونے کی وجہ سے اس کی کثافت اضافی اس قدر زیادہ ہے کہ انسان بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے اسکی سطح پر لکڑی کی طرح تیرتا رہتا ہے اور ڈوبتا نہیں۔ اس میں بڑی تعداد میں معدنیات پائی جاتی ہیں۔ ایک اسرائیلی کمپنی یہاں سے تجارتی پیمانے پر معدنیات حاصل کرتی ہے۔ یہ خیال بھی ہے کہ اس میں نہانے سے بعض بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کئی حمام اس کے ساحلی علاقہ میں بنائے گئے ہیں۔

اس جھیل کے ساحل پر جگہ جگہ نمک کے بڑے بڑے ستون بھی کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں، مشرقی اور مغربی ساحلوں پر شفاف چٹانیں ہیں۔ شمال مغربی چٹانوں میں واقع غاروں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی انتہائی اہم مذہبی دستاویزات دریافت ہوئی تھیں جنہیں Dead Sea Scrolls کہا جاتا ہے۔ ان دستاویزات کا تعلق ایک سو سال قبل از مسیح سے لے کر ۷۰ سن عیسوی تک کے زمانہ سے ہے اور یہ چمڑے اور اسی قسم کی اشیاء پر لکھی ہوئی تحریریں ہیں۔ بعض تحریریں دوسو سال قبل مسیح میں لکھی گئیں۔ مذہبی سکالرز کا خیال ہے کہ یہ یہودیوں کے ایک فرقہ کی لائبریری تھی۔

سب سے پہلے یہ دستاویزات وادی قمران میں واقع ایک غار سے ۱۹۴۷ء میں ملیں۔ پھر ۱۹۵۰ء کی دہائی میں دس مزید غار دریافت ہوئے جن میں یہ دستاویزات موجود تھیں۔ انہیں بائبل کی قدیم ترین دستاویزات تسلیم کیا گیا ہے۔ ان میں Old Testament کے یونانی ترجمہ کے کچھ حصے بھی شامل ہیں اور کچھ حصے آرامک (Aramic) اور کچھ عبرانی (Hebrew) زبان میں لکھے ہوئے ہیں۔ ان دستاویزات سے حقیقی عیسائیت کی تعلیمات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کی اصلیت کا بخوبی علم ہوسکتا ہے لیکن سکالرز کے عیسائی چرچ کے عقائد سے اختلافی بیانات کے بعد ان دستاویزات کو غائب کردیا گیا اور ان پر مزید تحقیق روک دی گئی۔

محترم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۱۱/ جولائی ۲۰۰۲ء میں محترم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب کا ذکر خیر مکرم انتصار احمد نذر صاحب نے کیا ہے۔

محترم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب کو مجلس خدام الاحمدیہ کراچی میں بطور قائد اور پھر ایک لمبا عرصہ نائب امیر کراچی کے طور پر خدمت کی سعادت عطا ہوئی۔ کراچی میں جماعت کی مساجد اور دیگر جائیدادیں بنانے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ آخری وقت میں بھی ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر آئی ہسپتال کی تعمیر کی نگرانی کر رہے تھے۔ اپنی ذات پر کم سے کم رقم خرچ کرتے اور بچت کرکے جماعت کی اور غرباء کی خدمت کرنے میں خوشی محسوس کرتے۔ عدالت میں آنے والے فقیروں کو مہنگے بسکٹ خرید کردیتے کہ شاید انہوں نے ایسے بسکٹ نہ کھائے ہوں۔

۱۹۵۳ء میں جو انسپکٹر آپ کی جاسوسی کرنے کیلئے پیچھے لگا رہتا تھا اور بہت تنگ کرتا تھا وہ بعد میں بہت تنگدست ہوگیا اور آخر آپ کے پاس آکر امداد کا طالب ہوا۔ پھر اکثر آنے لگا اور کبھی بھی آپ نے اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔ آپ بچوں کی نفسیات بھی سمجھتے تھے اور اُن سے بہت مشفقانہ سلوک کرتے، بچے بھی آپ سے بہت مانوس ہوجاتے تھے۔

آپ ایک محنتی، قابل اور دیانتدار وکیل تھے۔ ایک شخص کا مقدمہ آپ لڑ رہے تھے جو ایک پلاٹ پر پچاس سال سے بیٹھا ہوا تھا اور وہ پلاٹ ایک بنک کی ملکیت تھا۔ بنک نے آپ کو پیشکش کی کہ آپ بیس لاکھ روپیہ لے کر اس کیس سے دستبردار ہوجائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر یہ رقم اُس شخص کو دیدی جائے تو یہ کیس خودبخود ختم ہوجائے گا۔

آپ نڈر، بے خوف اور جرأت مند تھے اور اکثر جماعتی مقدمات کی پیروی کے لئے اندرون سندھ جاتے تھے۔ ایک دفعہ جب آپ سانگھڑ جا رہے تھے تو راستہ میں پولیس نے آپکو پکڑ لیا کیونکہ آپ نے کلمہ طیبہ کا بیج لگایا ہوا تھا۔ آپ کو DSP کے پاس لے جایا گیا۔ آپ کو اتنی بے فکری تھی کہ DSP کے دفتر میں کرسی پر بیٹھے بیٹھے سوگئے۔

آپ ایک مستند علمی شخصیت اور شاندار مقرر تھے۔ آپ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب خدا کے فضل ہوتے ہیں تو لوگ سب سے پہلے خدا کو گھر سے نکالتے ہیں، تم ایسا نہ کرنا۔

آپ کی ایک بیٹی محترمہ حور جہاں بشریٰ داؤد صاحبہ کی وفات آپ کی زندگی میں ہوئی۔ اُن کی وفات پر حضرت خلیفۃالمسیح الرابع ایدہ اللہ نے فرمایا تھا: ''اکثر پہلوؤں سے مَیں سمجھتا ہوں کہ اپنے باپ کے سب گُن انہوں نے پوری طرح اپنے وجود میں زندہ رکھنے کی کوشش کی اور بے لوث خدمت جس کے ساتھ کوئی دکھاوے کا عنصر نہیں اور انتھک خدمت جو مسلسل سالہاسال تک رواں دواں رہتی ہے یہ وہ دو خصوصیات ہیں جن میں مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ دو خصوصیات پوری شان کے ساتھ عزیزہ حوری میں موجود تھیں......''

۱۹۵۳، ۷۴ء اور ۸۴ء کے پُرآشوب دَور میں محترم بیگ صاحب کو نمایاں خدمت کی توفیق ملی۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۲۲/ دسمبر ۲۰۰۱ء میں شامل اشاعت حضرت مصلح الدین راجیکی صاحب کی ایک غزل سے انتخاب ہدیہ قارئین ہے:

کاش ناصح کو کوئی سمجھائے
رسم اُلفت گناہ نہیں ہوتی
دل کی تسکیں کا پوچھتے کیا ہو
گاہ ہوتی ہے گاہ نہیں ہوتی
کچھ ستم اس جہاں میں ایسے ہیں
جن کی دنیا گواہ نہیں ہوتی

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8540 7227

Vol. 10 Friday, January 17, 2003 Issue No. 3

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد ۔ مؤرخ احمدیت

معاشی نظام کا ایک کامیاب اصول

حضرت مصلح موعودؓ کی زبان مبارک سے سفر انگلستان ۱۹۲۴ء کا ایک واقعہ سنئے:۔

’’میں نے تجربہ کیا ہے کہ اگر مجھے خود سودا خریدنے کا موقع ملے تو چیز سستی مل جاتی ہے۔ ولایت کی ایک بڑی دکان ہے جہاں سے بادشاہ اور ملکہ بھی سودا خریدتے ہیں۔ میں نے وہاں سے ایک چیز خریدی۔ ان کا دستور ہے کہ چیز کی قیمت کم نہیں کرتے مگر میں نے کم کراکے خریدی۔ ایک انگریز نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے یہ چیز کہاں سے لی ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ فلاں دکان سے لی اور قیمت کم کراکے لی ہے۔ وہ حیران ہوا اور کہنے لگا کہ وہاں تو قیمت کم کرنے کا کوئی نام لے تو وہ باہر نکال دیتے ہیں کہ تم ہماری ہتک کرتے ہو۔ تو انسان اگر ہوشیاری سے سودا کرے تو سستا خرید سکتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ ایک صحابی کو ایک دینار دیا کہ ایک بکرا خرید لاؤ وہ گیا اور واپس آکر بکرا بھی دے دیا اور دینار بھی۔ آپؐ نے فرمایا دینار کیا واپس کر رہے ہو۔ اس نے کہا میں شہر سے ذرا دور چلا گیا اور وہاں سے ایک دینار میں دو بکرے خریدے کیونکہ وہاں سستے ملتے تھے۔ رستہ میں ایک شخص نے دریافت کیا کہ بکرے کا کیا لوگے۔ میں نے کہا ایک دینار اور یہاں چونکہ ایک دینار ہی کا بکرا ملتا ہے۔ اس نے ایک دینار دے کر بکرا خرید لیا۔ اس لئے دینار بھی حاضر ہے اور بکرا بھی۔ آپؐ نے اس کے لئے دعا کی کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ اس کے سودے میں برکت دے۔ اور صحابہ کا بیان ہے کہ وہ اگر مٹی میں ہاتھ ڈالتا تو سونا ہو جاتی۔ لوگ تجارت کے لئے اسے اس کثرت سے روپیہ دیتے کہ اسے انکار کرنا پڑتا مگر پھر بھی لوگ اس کی ڈیوڑھی میں پھینک کر چلے جاتے۔ تو اگر ہوشیاری سے چیز خریدی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ سستی نہ ملے‘‘۔ (خطبات جمعہ جلد ۱۵ صفحہ ۴۸۲)

مولانا نورالدینؓ کا مثالی وقار عمل

حضرت مصلح موعودؓ نے ۹۷-۱۸۹۶ء کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ:۔

’’میں نے دیکھا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ میں بعض بعض خوبیاں نہایت نمایاں تھیں۔ حضرت خلیفہ اول اسی مسجد میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے میں چھوٹا سا تھا۔ سات آٹھ سال کی عمر ہو گی۔ ہم باہر کھیل رہے تھے کہ ہمارے گھر سے ایک آدمی نکل کر کسی کو آواز دے رہا تھا کہ فلانے مینہ آگیا ہے اوپلے بھیگ جائیں گے۔ جلدی آؤ اور ان کو اندر ڈالو حضرت خلیفہ اولؓ درس کو اُدھر سے جا رہے تھے انہوں نے اُس آدمی سے کہا کیا شور مچا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ کوئی آدمی نہیں ملتا جو اوپلے اندر ڈالے۔ آپ نے فرمایا تم مجھے آدمی نہیں سمجھتے۔ یہ کہہ کر آپ نے ٹوکری لے لی اور اس میں اوپلے ڈال کر اندر لے گئے۔ آپ کے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی شامل ہو گئے اور جھٹ پٹ اوپلے اندر ڈال دیئے گئے‘‘۔

(خطبات جمعہ جلد ۱۵ صفحہ ۴۶۶)

احمدی خواتین کو نیکی کے زیور سے آراستہ کرنے کی خصوصی تحریک

حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے ۲۱؍دسمبر ۱۹۳۴ء کو قومی ترقی کے لئے ایک خصوصی تحریک۔ آپ نے فرمایا:۔

’’ایسے رنگ میں اپنی زندگی کو ڈھالیں کہ خدا کے لئے ہو جائے۔ وہ زندگی کھانے پینے اور پہننے کے لئے ہی وقف نہ سمجھیں۔ اگر دین نہ ہو تو عورتوں کی زندگیاں تو بالخصوص جانوروں کی سی ہوتی ہیں۔ وہ عورتیں جن کے ہاں نوکر چاکر نہ ہوں صبح اٹھتے ہی کھانے پکانے کی فکر میں لگ جاتی ہیں۔ اس ہنڈیا میں نمک زیادہ ہو گیا ہے اس لئے میاں کے لئے فلاں بھوجیا بنالوں۔ بچہ یہ چیز نہیں کھاتا اس کے لئے یہ بنالوں۔ اسی طرح ان کا دن کٹتا ہے اور ان کی رات سونے یا بچوں کی خبر گیری میں صرف ہو جاتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے بیوی کو مرد کا آدھا دھڑ قرار دیا ہے اور جس کے گھر میں دین نہ ہو اس کا گویا آدھا دھڑ قیامت کے دن مارا ہوا ہو گا۔ جس کی بیوی دین کی طرف توجہ نہیں کرتی اور کھانے پینے میں ہی لگی رہتی ہے وہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے کیا لے کر کھڑا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تمہارے جسم کو ترقی دینے کے لئے ہم نے جو دی تھی وہ تم نے مفلوج کر دی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خود تو نیک ہو مگر بیوی کو نیکی سے محروم رکھے صرف اس لئے کہ کھانا مزیدار پکے‘‘۔

(خطبات جمعہ جلد ۱۵۔ صفحہ ۵۲۷)

ربّ کریم ہماری تقصیروں کو معاف کرکے ہم سب کو اپنی مغفرت کی پرنور چادر میں ڈھانپ لے۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے میدانِ حشر کے تصور پر بے ساختہ اپنے مولا سے عرض کیا تھا ؎

مرے گنہ تری بخشش سے بڑھ نہیں سکتے
ترے نثار حساب و کتاب جانے دے
تجھے قسم ترے ستّار نام کی پیارے
بروئے حشر سوال و جواب جانے دے

(درّعدن)

ریفریشر کورس مجلس خدام الاحمدیہ کینیا

(محمد افضل ظفر ۔ مبلغ سلسلہ نیروبی)

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ماہ اکتوبر میں مجلس خدام الاحمدیہ کینیا کو مرکزی انتظام کے تحت ایک مجلس سوال و جواب کے علاوہ ایک ریفریشر کورس منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

یہ مجلس ۱۳؍اکتوبر بروز اتوار، ۲ بجے دوپہر احمدیہ ہال مشن ہاؤس نیروبی میں منعقد کی گئی جس میں نیروبی شہر کے علاوہ ارد گرد کی جماعتوں سے تقریباً ۵۵ مہمان شامل ہوئے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد اردو اور سواحیلی زبان میں منظوم کلام پیش کیا گیا۔ بعد ازاں صدر مجلس مکرم مولانا وسیم احمد صاحب چیمہ امیر جماعت احمدیہ کینیا نے حاضرین کو خوش آمدید کہتے ہوئے جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف پیش کیا اور حاضرین کو جماعت احمدیہ سے متعلق سوالات کی دعوت دی۔ چنانچہ مردوں کے علاوہ مہمان خواتین (جن میں مسلم اور غیر مسلم سب شامل تھے) نے اسلام اور احمدیت کے بارہ میں سوالات کئے۔ مکرم امیر صاحب کے علاوہ معلم داؤدی اُروا، مکرم حسین جوریج اور خاکسار نے سوالات کے جوابات دیئے۔ چار گھنٹے کی طویل نشست کے بعد ۳۵؍افراد نے قبول احمدیت کی توفیق بھی پائی۔

اس سے اگلے روز ۱۴؍اکتوبر بروز ہفتہ خدام الاحمدیہ کا پانچ روزہ ریفریشر کورس احمدیہ ہال نیروبی میں شروع ہوا جس میں تمام صوبوں سے ۶۰ منتخب خدام داعیان الی اللہ نے شمولیت کی۔ ریفریشر کورس کا پروگرام ہر روز تہجد سے شروع ہو کر نماز عشاء تک کھانے اور نمازوں کے وقفے کے ساتھ جاری رہا۔ اس کورس میں درس قرآن، درسِ حدیث، درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ قرآن، حدیث، تاریخ اسلام، تاریخ احمدیت، ردّ عیسائیت اور فقہی مسائل پڑھائے گئے۔ نیز خدام کو تنظیمی امور سے بھی آگاہ کیا گیا۔

تعلیم و تدریس کے علاوہ مجلسِ سوال و جواب بھی منعقد ہوئی۔ مکرم نوراللہ خان صاحب مبلغ سلسلہ، معلم مکرم عثمانی ڈورو صاحب، مکرم حسین جوریج صاحب، مکرم امری عبیدی صاحب اور مکرم ڈاکٹر مظفر احمد بھٹی صاحب نے تعلیم و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ مکرم عقیل شاہ صاحب، مکرم ڈاکٹر ریاض الحسن صاحب اور مکرم عبد العلی چیمہ صاحب نے مختلف تنظیمی و تربیتی امور پر لیکچر دیئے۔ ۱۷؍اکتوبر کو شرکاء کورس کا زبانی و تحریری امتحان لیا گیا۔

۱۸؍اکتوبر شام ۵ بجے مکرم امیر صاحب کینیا کی زیر صدارت ریفریشر کورس کا اختتامی اجلاس منعقد ہوا جس میں تلاوت اور نظم کے بعد مکرم امیر صاحب نے خطاب فرمایا۔ آپ نے تمام شرکاء کو یہ نصیحت فرمائی کہ آپ نے جو کچھ یہاں سیکھا ہے اسے دوسروں تک پہنچانے کی پوری پوری کوشش کریں۔ اس سے آپ کے علم میں بھی پختگی پیدا ہو گی اور دوسروں کو بھی فائدہ ہو گا اور اس طرح اس کورس کے طلباء کا دائرہ وسیع ہو جائے گا۔ آپ نے اس ریفریشر کورس کے منتظمین اور اساتذہ کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے بہت محنت اور لگن سے تدریس اور انتظام کا فریضہ انجام دیا۔ آخر میں آپ نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے خدام میں انعامات تقسیم کئے اور دعا کروائی۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔